www.abdullahnasirrehmani.wordpress.com
فاعلم أنه لا إله إلا الله (القرآن)
اور "لا إله إلا الله" کو اچھی طرح جان لو
توحید
حقیقت، ضرورت، اہمیت، فضیلت
نیز
شرکیہ امور کا تفصیلی بیان
تالیف
عبد اللہ ناصر الرحمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

فاعلم أنه لا إلـه إلا الله (القرآن)
اور "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کو اچھی طرح جان لو

توحید

حقیقت، ضرورت، اہمیت، فضیلت

نیز

شرکیہ امور کا تفصیلی بیان

مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

سلسلہ اصدار منہج السلف (۲۰)

انتاج : مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام، فرع (۱)

رئيس المكتبة : فضیلۃ الشیخ / علی بن عبداللہ النمی حفظہ اللہ تعالیٰ

مدير المكتبة : فضیلۃ الشیخ / عبداللہ ناصر الرحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

ہیڈ آفس : 103۔ڈی۔او۔ایچ۔ایس فیز II ملیر کینٹ کراچی۔

ملنے کا پتہ : جامع مسجد الراشدی موسیٰ لین لیاری کراچی۔فون: 0300-3996630 0331

برائے رابطہ : سعد بن عبدالعزیز موبائل: 0300-2310189

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اس شخصیت کے نام جس کی ترغیب وتحریض سے ہی اس کتاب کی تیاری وتکمیل عمل میں آئی۔(وللہ الحمد والمنة)

- علم واہلِ علم کی محبت سے سرشار
- خدمتِ دین اور بالخصوص نشرِ توحید کیلئے ہمیشہ پیش پیش
- شگفتہ طبیعت کے حامل اور انتہائی نفیس ذوق کے مالک
- ہمیشہ خیر خواہانہ مشوروں اور نصیحتوں سے نوازنے والے

نام ذکر کرنے سے اس لئے گریزاں ہوں کہ انہیں نمود ونمائش قطعی ناپسند ہے۔

ناموری سے گریزاں اس عظیم شخصیت کے بہت سے کارنامے درخشاں ستاروں کی مانند چمک دمک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں صحتِ کاملہ ودائمہ عطا فرمائے، ان کے ساتھ ہمیشہ اپنی محبت ورضاء کا معاملہ فرمائے، اوران کے ان کارناموں کوروزِ آخرت میزانِ حسنات کا ذخیرہ بننے کیلئے محفوظ فرمالے۔(أللھم آمین)

فہرست مضامین

پیش لفظ

مسئلۂ توحید وشرک، انتہائی اہم، دقیق اور نازک مسئلہ ہے۔

اہم، اس طرح کہ کمالِ توحید، دخولِ جنت کی اساس ہے، جبکہ شرک کا ذرہ بھی دائمی جہنم کا باعث ہے۔

دقیق، اس طرح کہ "ماشاء الله وشاء فلان." جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے۔ شرک ہے اور "ماشاء الله ثم ماشاء فلان." جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے۔ توحید ہے، یعنی "و" اور "ثم" کے فرق سے توحید وشرک کا فرق ہو جاتا ہے۔

نازک، اس طرح کہ خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (لاتطرونی کما أطرت النصاری ابن مریم إنما أنا عبد فقولوا: عبدالله ورسوله)

(مجھے میری حد سے نہ بڑھاؤ، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ان کی حد سے بڑھا دیا تھا، میں تو صرف (اللہ تعالیٰ کا) بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔)

یعنی سید الاولین والآخرین محمد ﷺ تک کی محبت وعقیدت نیز ان کی تعریف وتوصیف میں بھی غلو سے اجتناب ضروری ہے، کہ ان کی شان میں ذرا سی کوتاہی اور بے ادبی کفر میں دھکیل سکتی ہے اور ان کی شان میں بھی ذرا سی حد سے بڑھی ہوئی لغزش شرک کا موجب بن سکتی ہے۔

نازک اور دقیق، اس طرح کہ ایک گروہ کے نزدیک کائنات کی ہر چیز بشمول انبیاء ورسل اور بشمول سید الاولین والآخرین محمد ﷺ اللہ کی مخلوق، اور قرآن کی اصطلاح میں "غیر اللہ" اور "من دون اللہ" میں شامل ہیں، جبکہ ایک گروہ کہتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز، انس وجن اور حیوانات وجمادات وغیرہ عین اللہ ہے، (نعوذ بالله من ذلك، تعالىٰ الله عن ذلك علوا كبيرا) اور دونوں ہی گروہ اپنے آپ کو اہل توحید کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: [فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ] (محمد:۱۹)

(یعنی: لا الٰہ الا اللہ (کلمہ توحید) کا علم حاصل کرو۔) توحید کی اسی اہمیت اور حساسیت کا مظہر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سارے راسخین فی العلم علماء تک بھی اس مسئلہ پر تفصیلاً کچھ لکھنے سے اجتناب کرتے ہیں کہ کہیں کوئی لغزش سرزد نہ ہو جائے۔

لیکن اس مسئلہ کے دقیق، نازک اور حساس ہونے کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ شریعت (قرآن وحدیث) اس مسئلہ کو صحیح طور پر واضح نہیں کرسکی۔ جبکہ "توحید" تو دین اسلام کا اول اور بنیادی مسئلہ ہے، اور انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد بھی۔

تو کیا جس شریعت میں استنجاء کے احکام ومسائل پوری شرح وبسط کے ساتھ موجود ہوں وہ شریعت توحید سمجھانے سے قاصر ہے؟ جس رسول نے احکام وآدابِ طعام وشراب کو تفصیلا بیان کیا ہے، کیا اس رسول نے "توحید" کی تفہیم وتبیین کا حق ادا نہ کیا ہوگا؟؟؟

اس اہم، نازک اور حساس بلکہ دین کے سب سے مقدم مسئلہ کی فہم ومعرفت سے عامۃ الناس کی دوری کا عالم یہ ہے کہ یہ شیطانی اصول گھڑ لیا گیا ہے کہ: "اپنا عقیدہ چھوڑو نہ اور دوسروں کے عقیدوں کو چھیڑو نہ" یہی وجہ ہے کہ وہ تمام شرکیہ امور جو رسول اللہ ﷺ کی

بعثت کے وقت اس جاہلی معاشرہ میں موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ نے جن کی تفنید وتردید کرکے شرک سے پاک توحید پر مبنی ایک مثالی معاشرہ قائم کیا، وہ تمام یا بیشتر شرکیہ امور آج بھی مسلم معاشرہ میں موجود ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ شرک نئے روپ میں، نئے انداز میں، نئے الفاظ میں، نئے اعمال وافعال میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ائمہ ضلالت نے بھی شرک کو عینِ توحید ثابت کرنے کیلئے اور معاشرہ میں اسے رواج دینے کیلئے نت نئے دلائل گھڑ رکھے ہیں، جو درحقیقت شبہات ہیں اور ان کی حیثیت تارِ عنکبوت کی سی ہے، شرک ایک ایسی چیز جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے:

کے متعلق اللہ تعالیٰ کا دعویٰ: [وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ] (الحج:۷۱)

ترجمہ: ''اور یہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کر رہے ہیں جس کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی نہ وہ خود ہی اس کا کوئی علم رکھتے ہیں۔''

لہٰذا علماء دین جو ''ورثۃ الانبیاء'' کے عظیم اور پرسعادت منصب پر فائز ہیں، کی ذمہ داری ہے کہ وہ توحید کی تبیین اور توضیح نیز شرک کی تردید وتفنید کو اولیت دیں، یہ ''ورثۃ الانبیاء'' ہونے کا تقاضا بھی ہے اور انسانیت بالخصوص امت مسلمہ کے ساتھ حقیقی معنوں میں خیرخواہی بھی۔

الحمد للہ، علماء حق نے ہر دور میں اس زمانہ کے احوال وظروف اور اس دور کے شرکیہ معتقدات اور اعمال کو سامنے رکھ کر، اس فریضہ اور ذمہ داری کو نبھایا ہے، جس کی کچھ تفصیل مقدمہ ہدایۃ المستفید اردو ترجمہ فتح المجید از شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اردو خواں طبقہ کیلئے توحید الٰہ العالمین، توحید خالص، توحید ربانی اور اضواء التوحید، فہم توحید کیلئے بہترین کتابیں ہیں۔

فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے فہم عقیدہ ومنہج بالخصوص فہم توحید وشرک کی خصوصی عنایت سے نوازا ہے۔ آج پاکستان میں اور بیرونی ملک اردو خواہ طبقے میں عقیدہ ومنہج کی جو فہم اور مزید تڑپ اور جستجو پائی جاتی ہے اس میں فضیلۃ الشیخ کی مساعی جمیلہ (تقریر وتحریر) کا نمایاں حصہ ہے۔ (فجزاہ اللہ خیرا) بلکہ بقول الشیخ خلیل الرحمان لکھوی حفظہ اللہ (مدیر معہد القرآن الکریم، کراچی) آپ تحریک احیائے کتاب وسنت کے سپہ سالار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فضیلۃ الشیخ کے خطبات، تقاریر اور دروس کا اخص موضوع یہی ہوتا ہے۔

چنانچہ فضیلۃ الشیخ توحید کے متعلق قرآن وحدیث کے نصوص پڑھتے جاتے ہیں اور انہیں معاشرہ پر منطبق کرتے جاتے ہیں، اور ان نصوص کی روشنی میں شرکیہ معتقدات، اقوال، افعال اور عادات کی بھی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی تردید وتفنید کا فریضہ سرانجام دیتے جاتے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ کی دیرینہ خواہش تھی کہ مسئلہ ''توحید وشرک'' پر کوئی مستقل کتاب لکھیں، نیز احباب جماعت کا بھی اصرار تھا، لیکن ملک وبیرون ملک دینی پروگراموں اور جماعتی ذمہ داریوں کی وجہ سے وقت نہ نکال پائے۔ لیکن اپنی دیرینہ خواہش اور احباب جماعت کے اصرار پر، مسئلہ توحید وشرک پر ایک جامع کتاب تیسیر العزیز الحمید کا ترجمہ کردیا، جو توحید الٰہ العالمین کے نام سے چھپ چکی ہے، اور جس کے تین ایڈیشن ختم ہوچکے ہیں۔
لیکن جو تفہیم وتبیین فضیلۃ الشیخ کے خطابات، تقاریر ودروس کا خاصہ ہے اس کی

ضرورت وافادیت پھر بھی محسوس کی جارہی ہے۔اسی بناء پر احباب جماعت کا اس موضوع پر مستقل کتاب کا اصرار پھر شروع ہوگیا، جو توحید الٰہ العالمین جیسی طوالت کی بجائے اختصار اور جامعیت کا مرقع ہو، اور اسلوب بھی سہل ہو، آخر دوستوں نے فضیلۃ الشیخ کو اس ''کام'' پر تیار کر ہی لیا۔

چنانچہ فضیلۃ الشیخ نے اس کام کیلئے بہت سی مصروفیات کو ترک کر دیا یا موخر کر کے تین ہفتوں میں کتاب ہذا املاء کرادی۔فجزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء۔

کیونکہ میں بندہ ناچیز کتاب کی تیاری کے تمام مراحل (املاء، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ) کے موقعہ پر موجود تھا نیز دومرتبہ پروف ریڈنگ کی ذمہ داری بھی نبھائی، اس طرح کتاب ہذا کا ایک ایک لفظ میرے سامنے ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ مسئلہ ''توحید وشرک'' پر یہ ایک جامع، مدلل، علمی اور مضبوط کتاب ہے۔

قرآن وحدیث کے ٹھوس دلائل کے ساتھ فضیلۃ الشیخ نے تفہیم وتبیینِ توحید کا بفضل اللہ تعالٰی وتوفیقہ حق ادا کردیا ہے۔

کتاب کی اضافی خصوصیت یہ ہے کہ

- توحید اسماء وصفات کو تفصیلا بیان کیا گیا ہے کیونکہ عامۃ الناس بلکہ بعض خواص بھی اس توحید کا صحیح اور مکمل ادراک نہیں رکھتے۔
- ''سعادت نوع بشر'' کے نام سے ایک نئے انداز سے توحید کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کر کے بڑے دردمندانہ انداز سے توحید کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔
- شرکیہ امور کو الگ سے ذکر کر کے قرآن وحدیث کی نصوص سے ان کی تردید کی گئی ہے۔
- اور زبانوں پر جاری چند توحید کے منافی جملوں کا بھی بیان ہے۔

انتہائی پاکیزہ جذبات کے ساتھ، انتہائی پاکیزہ ذات کے متعلق انتہائی پاکیزہ فکر پر مبنی یہ کتاب، شرک کی پلیدگی میں لت پت بہت سوں کی پاکیزگی کا باعث بنے گی۔

(ان شاء اللہ)

میں اس کتاب کو اردو خواں طبقے کیلئے ایک نادر تحفہ سمجھتا ہوں، اور اپنے پروردگار اور اس کے حقوق کی معرفت کیلئے اس کے مطالعے کو ضروری سمجھتا ہوں۔

اللہ تعالٰی کتاب کے نفع کو عام کردے، اور اسے فضیلۃ الشیخ، ان کے اساتذہ، ان کے والدین، اور اہل وعیال کیلئے صدقہ جاریہ بنادے۔آمین

کتبہ/محمد داؤد شاکر

نائب مدیر: المعهد السلفي للتعليم والتربية

سعادتِ نوعِ بشر

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، جان لو کہ کسی بھی بندے کیلئے دونوں جہانوں کی سعادت کا حصول دو اسباب پر قائم ہے:

- ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے عملِ صالح کی توفیق حاصل ہوتے رہنا۔
- دوسرا اللہ تعالیٰ کا ان اعمال صالحہ کو قبول فرماتے رہنا۔

توفیقِ عمل اور پھر قبولِ عمل، درحقیقت اللہ رب العزت کی طرف سے، اس دنیا میں بندے کے متقی ہونے کی سند ہے، قال اللہ تعالیٰ: [اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۝] [1]

''اللہ تعالیٰ تو صرف متقی بندوں کا عمل قبول فرماتا ہے۔''

نیز اس پاک پروردگار کی محبتوں کے حصول کی ٹھوس بنیاد بھی، قال اللہ تعالیٰ: [اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۝] [2]

ترجمہ: ''بیشک جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، رحمٰن ان کیلئے محبتیں عطا فرمائے گا۔''

حیاتِ طیبہ کی ضمانت بھی اسی منہجِ صافی یعنی اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کے ساتھ مربوط ومنسلک ہے۔

[مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

[1] المائدة:۲۷

[2] مریم:۹۶

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝] [1]

''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔''

رہا آخرت کی سعادت کا معاملہ، تو جو بندے ایسے اعمال انجام دینے میں کامیاب ہو جائیں، جو رب کائنات کے نزدیک پسندیدہ اور قابلِ قبول قرار پا جائیں، تو ان کا صلہ عام جنت نہیں، بلکہ جنت الفردوس ہے۔

[اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۝] [2]

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال بھی کیے یقیناً ان کے لئے الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں گے جس جگہ کو بدلنے کا کبھی بھی ان کا ارادہ ہی نہ ہوگا۔''

سورہ (المؤمنون) کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے اعمالِ صالحہ ذکر فرمائے ہیں، پھر انہیں انجام دینے والوں کو یہ کہہ کر بشارت دی:

[اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝] [3]

''یہی وارث ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

ثابت ہوا کہ اعمال کے تعلق سے سب سے اہم نکتہ ان کا عنداللہ مقبول ہونا ہے، لہذا ہر

[1] النحل:۹۷

[2] الکہف:۱۰۷،۱۰۶

[3] المؤمنون:۱۱،۱۰

عمل کرنے والا اسی جانب توجہ مبذول رکھے اور یہی کوشش کرتا رہے کہ اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قدر اور قابلِ قبول قرار پا جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اہتمام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبولِ عمل کی کس قدر فکر لاحق رہتی، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمادی ہے:

[وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝][1]

''اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔''

واضح ہو کہ یہاں دلوں کے کپکپانے سے مراد یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیک اعمال انجام دیتے رہتے ہیں، اور ساتھ ساتھ مستقل اس خوف میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہمارے یہ اعمال عنداللہ کسی پذیرائی یا قبولیت کے قابل بھی ہیں؟

امام احمد رحمہ اللہ اپنی مسند میں حدیث لائے ہیں کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتی ہیں کہ یہ ڈرنے اور کپکپانے والے لوگ کیا چور، شرابی یا زانی ہیں؟ فرمایا: (لا یابنت الصدیق، ولکنه الذی یصلی ویصوم ویتصدق وهو یخاف الله عزوجل (وفی لفظ) وهم یخافون ألا یتقبل منهم)[2]

[1] المؤمنون: ۶۰، ۶۱

[2] تفسیر ابن کثیر ۳/۲۳۳

یعنی: نہیں! اے صدیق کی بیٹی! بلکہ یہ نمازی، روزے دار اور صدقہ دینے والے لوگ ہیں، جو یہ نیکیاں انجام دیتے ہوئے اس خوف میں مبتلا رہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قبول نہ فرمائیں تو ہمارا کیا بنے گا؟

ایک خاتون کا ایمان افروز واقعہ

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت لائے ہیں:

عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: أُصِيبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلاَمٌ، فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي، فَإِنْ يَكُنْ فِي الجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ، وَإِنْ تَكُ الأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ، فَقَالَ: «وَيْحَكِ، أَوَهَبِلْتِ، أَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ، إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ، وَإِنَّهُ فِي جَنَّةِ الفِرْدَوْسِ»

یعنی: حمید (الطویل) فرماتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا: وہ فرماتے ہیں: حارثہ جو ایک نوجوان لڑکا تھا، جنگ بدر میں ایک تیر لگنے کی وجہ سے شہید ہو گیا، اس کی والدہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جانتے ہیں کہ حارثہ (جو میرا اکلوتا بیٹا تھا، اور انتہائی خدمت گزار تھا) اب جبکہ وہ شہید ہو چکا ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں (اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کی قربانی قبول فرمائی یا نہیں) چنانچہ اگر وہ جنت میں گیا ہے تو میں صبر کرلوں گی اور اللہ تعالیٰ سے اجر کما لوں گی، اور اگر معاملہ کچھ اور ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کس قدر آہ و بکا کرتی ہوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام حارثہ! تجھ پہ افسوس، بیٹے کی جدائی میں اس قدر حواس کھو

چکی ہو؟ جنتیں تو بہت ہیں، تیرا بیٹا جنت الفردوس میں جا چکا ہے۔[1]

غور کیجئے! اعمالِ صالحہ میں صحابہ کرام کی نگاہوں کا مرکز ومحور کیا تھا؟ یہی کہ ہمارے اعمال کو عنداللہ پذیرائی کا شرف حاصل ہو جائے۔

حالانکہ حارثہ کا نام شہداء بدر میں شامل ہو چکا تھا، مگر ام حارثہ نے اسے کافی نہ سمجھا اور رسول اللہ ﷺ سے اس عمل کی قبولیت کی بابت استفسار کر ڈالا، یہی منبعِ سعادت اور سندِ تقویٰ ہے، جس پر اللہ رب العزت کی محبت اور رضاء قائم ہے، نیز جنت الفردوس کی وراثت کے وعدے بھی۔

اعمال کی بربادی: سب سے بڑا خسارہ

گذشتہ سطور کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو چکی ہے کہ اعمال کا عنداللہ مقبول ہونا، بندے کا سب سے بڑا اشرف اور عظیم سعادت ہے، اس کے برعکس اعمال کی بربادی سب سے بڑی شقاوت ہے، ایک ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، ایک ایسی محرومی ہے جس کا ازالہ ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل کے تعلق سے محنتِ شاقہ اور جہدِ مسلسل اختیار کئے رکھنے کے باوجود اس خوف میں گھرے رہتے تھے کہ اگر یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کر پائے تو جو خسارہ لاحق ہوگا اس کے ہم متحمل نہیں ہو سکیں گے۔

اس ہولناک خسارہ کی تصویر کشی قرآن حکیم نے فرمائی ہے:

[هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ

[1] صحیح بخاری: الرقم: ۳۹۸۲

وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧][1]

"کیا تجھے بھی چھپا لینے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے (اور) محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہوں گے وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے اور نہایت گرم چشمے کا پانی ان کو پلایا جائے گا۔ ان کے لئے سوائے کانٹے دار درختوں کے اور کچھ کھانے کو نہ ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔"

آیاتِ کریمہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو دنیا میں مسلسل اعمالِ صالحہ انجام دیتے تھے اور تھکاوٹ سے چور ہو جاتے تھے، مگر چونکہ ان اعمال کی عنداللہ کوئی پزیرائی نہ تھی، لہذا انہیں روزِ قیامت جہنم کے شدید ترین عذاب کی صورت میں ہولناک خسارہ لاحق ہوگا، بھلا کون شخص اس خسارے کا متحمل ہو سکتا ہے؟

نیکیوں کی بربادی کا ایک عبرت آمیز قصہ

عَنْ جُنْدَبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدَّثَ "أَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لِفُلَانٍ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ" أَوْ كَمَا قَالَ.

یعنی: جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: ایک شخص نے (اپنے بھائی کے بارے میں) کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں فرمائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے (اس وقت کے نبی سے) فرمایا: مجھ پر قسم کھانے والا کون ہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کرونگا؟ بلاشبہ میں نے اسے معاف کر دیا اور تیرے تمام عمل باطل اور

[1] الغاشیہ: ۱ تا ۷

اکارت کردیئے۔[1]

واضح ہو کہ قسم کھانے والا یہ شخص انتہائی صالح کردار کا مالک تھا، سنن ابی داوٗد کی ایک حدیث میں اسے مجتہد فی العبادۃ کا لقب دیا گیا ہے، اور جس شخص کے متعلق قسم کھائی وہ انتہائی درجہ کا فاسق وفاجر تھا، اور سنن ابی داوٗد کی روایت کے مطابق اس نیک شخص نے اس برے شخص کو ہمیشہ گناہ کرتے ہی دیکھا تھا، مگر اس کی زبان کے ایک ہی غلط بول نے اس کی تمام نیکیوں کو برباد کردیا۔

سنن ابی داوٗد کی روایت کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کی روحوں کو قبض فرمالیا اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے اکٹھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے گناہگار شخص سے کہا: (اذھب فادخل الجنة برحمتي) تم جاؤ اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہوجاؤ، جبکہ اس نیک شخص کے بارے میں فرشتوں کو حکم دیا: (اذھبوا به إلی النار) اسے جہنم کی طرف لے جاؤ۔

حدیث کے راوی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (والذی نفسي بیده! لتکلم بکلمة أوبقت دنیاه وآخرته) یعنی: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے ایک ہی بول ایسا بول دیا جس نے اس کی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کردیا۔[2]

مقامِ عبرت

حدیث آپ نے پڑھ لی، راویٔ حدیث سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا فہم بھی آپ کے سامنے آگیا، یعنی: زبان کا ایک بول انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کرسکتا ہے، اس فہم کی

[1] صحیح مسلم، الرقم: ۲۶۲۱

[2] سنن ابی داوٗد، الرقم: ۴۹۰۱

تائید بہت سی احادیث سے ہوتی ہے، ایک حدیث پیش خدمت ہے:

وعن أبي هريرة - رضی الله عنه: أنَّه سمع النبيَّ - صلی الله علیه وسلم - يقول: إِنَّ العَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا إِلَى النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. متفق عَلَيْهِ.

یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرمارہے تھے: بندہ بغیر سوچے سمجھے ایک لفظ (یا جملہ) بول جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مشرق ومغرب کی مسافت سے بھی بڑھ کر جہنم میں پھسل کر گر جاتا ہے۔[1]

دعوتِ غور وفکر

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب زبان کا ایک بول بندے کے تمام اعمال برباد کرسکتا ہے تو اس سے بھی زیادہ سنگین گناہوں کا ارتکاب کس قدر مہلک ہوگا؟ بلکہ مسلسل ارتکاب کیا حشر بپا کرے گا؟

پھر مزید سوچئے کہ ایسا گناہ جو سب سے زیادہ سنگین ہے جسے شریعت نے اکبرالکبائر قرار دیا ہے، کا ارتکاب کس حد تک اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے گا؟ اور انسان کی جملہ حسنات کو حرفِ غلط کی طرح مٹاڈالے گا؟ اور جہنم میں ایسا اوندھے منہ گرائے گا کہ باہر آنا قطعی ناممکن ہوجائے گا۔

[إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰىهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴿۷۲﴾][2]

[1] أخرجه: البخاري، 8/125 (6477)، ومسلم: (50) (2988) 223/8

[2] المائدة: ۷۲

"یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور ظالموں (یعنی مشرکوں) کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

انبیاءِ کرام مخاطب ہیں!!

زبان کا ایک غلط بول اعمالِ صالحہ کے ضیاع کا سبب بن سکتا ہے تو شرک (جو اکبر الکبائر ہے) کی تباہ کاریوں اور حشر سامانیوں کا عالم کیا ہوگا؟ اس سلسلہ میں عام انسانوں کا کیا ذکر، عام انسان گروہِ انبیاء کے مقابلے میں کسی شمار میں نہیں، ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تمام طبقاتِ بشر میں سب سے افضل انبیاء کرام کی جماعت ہے اور انبیاء میں سب سے افضل پانچ اولوالعزم انبیاء کرام ہیں، اور ان پانچ میں سب سے افضل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

توحید میں خلل خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، اور شرک کا ارتکاب، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، کتنا خطرناک ہے اور کس قدر مہلک ہے، قرآن حکیم کا یہ مقام ملاحظہ فرمائیے:

[وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰي وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٨٧﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾][1]

ان آیاتِ مبارکہ میں اٹھارہ انبیاء کے نام مذکور ہیں، پھر ان کے آباء واجداد اور ان

[1] الانعام: ۸۳ تا ۸۸

کے بیٹوں اور پوتوں کا بھی ذکر کر دیا گیا، اور آپ ملاحظہ فرمائیے کہ اس فہرست میں چار اولوالعزم انبیاء کرام کے بھی اسماء گرامی بھی موجود ہیں: نوح، ابراھیم، موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام۔

اس حقیقت کا بھی ادراک واعتراف ہے کہ سب سے زیادہ مبارک اور افضل عمل، انبیاء کرام ہی کے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ایک ایک عمل کو ان کی امتوں کیلئے مثال، نمونہ واسوہ قرار دیتا ہے اور ہر نبی کو اپنی امت کیلئے اسوہ بنا کر مبعوث فرماتا ہے۔

پھر یہ بات بھی معلوم ہے کہ انبیاء کرام کی جماعت، پوری کائنات میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مقرب ومحبوب ہوتی ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود، اللہ رب العزت ان تمام انبیاء کے بارے میں فرماتا ہے:

[وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾]

"اور اگر (بالفرض) یہ حضرات (انبیاء کرام) بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔"

ہمارا یہ ایمان ہے کہ افضل الرسل، محمد ﷺ ہیں، پوری اولادِ آدم کے سردار ہیں، روزِ قیامت اول شافع اور اول مشفع ہوں گے، مقامِ محمود پر فائز ہوں گے، لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور جنت میں سب سے پہلے آپ کو داخل ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آپ ﷺ سے اس قدر محبت کا اظہار فرمایا کہ آپ کو (حبیب اللہ) اور (خلیل اللہ) جیسے بابرکت القاب سے نوازا۔

مگر آپ کو بھی مخاطب فرما کر یہ وحی بھیجی:

[وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۝][1]

''یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلاشبہ آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین آپ زیاں کاروں میں سے ہو جائیں گے بلکہ آپ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں (کسی اور کی نہیں) اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔''

حکمِ عام بھی سن لیجئے!

کیا ہم انبیاءِ کرام سے زیادہ، اللہ تعالیٰ کے محبوب یا لاڈلے ہو سکتے ہیں؟ انہیں تو بفرضِ محال شرک کے تھوڑے سے ارتکاب سے بھی اتنی شدید وعید کا سامنا ہے کہ تمام اعمال ہی اکارت جائیں گے اور بڑے خسارے کے متحمل قرار پائیں گے۔

جبکہ ہم بڑے بڑے شرکیہ امور کے مرتکب بنیں اور انہیں اپنے عقیدہ کا حصہ بنا کر مسلسل انجام دیتے رہیں، یہ روش ہمارے لئے کس قدر تباہ کن ہوگی؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی ذرا سی بھی رحمت کے مستحق ہو سکتے ہیں، جبکہ ہم مرتکبِ شرک ہو کر اس کی غیرت کو للکارتے رہتے ہیں؟

گزشتہ آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام سے مخاطِب تھا، اب حکمِ عام بھی سن لیجئے:

[وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝][2]

''منکرینِ ایمان کے اعمال ضائع اور اکارت ہیں اور آخرت میں وہ ہارنے والوں

[1] الزمر:۶۶،۶۵

[2] المائدۃ:۵

میں سے ہیں۔''

آیتِ مبارکہ میں ایمان کے انکار خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا ہو، کی شدید ترین وعید وارد ہے، یعنی: تمام اعمال کی بربادی اور آخرت کا خسارہ۔

ایمان شرعی طور پر چھ امور کا نام ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ ایمان کے چھ ارکان ہیں، جن کا حدیثِ جبریل میں ذکر موجود ہے:

أن تؤمن بالله،وملائكته،و كتبه ورسله ،واليوم الآخر، وتؤمن بالقدر خيره وشره.

یعنی: (ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاؤ، نیز تقدیر پر بھی ایمان لاؤ، خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔[1]

واضح ہو کہ ان چھ ارکان میں سے کسی رکن کا انکار، ایمان کا انکار ہے، اور اگر کوئی شخص ان ارکان کو تسلیم تو کرتا ہے مگر ایسے فہم کے ساتھ جو شریعت کی مراد کے خلاف ہو تو وہ بھی ایمان کے انکار پر محمول ہوگا۔

ان چھ ارکان میں سرفہرست ایمان باللہ ہے، اور ایمان باللہ میں سب سے مقدم ایمان بالتوحید ہے، لہذا توحید باری تعالیٰ میں ذرا سا خلل یا شرک کا تھوڑا سا ارتکاب، ایمان کا انکار ہی قرار پائے گا، اور اس شخص کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے اور اسے قیامت کے لامتناہی خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا۔

[1] رواه مسلم،كتاب الإيمان، باب الايمان والاسلام والاحسان ووجوب الايمان باثبات قدر الله سبحانه وتعالى، حديث (٨)،(١)

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردِ رشید تھے، فرماتے ہیں: یہاں ایمان سے مراد توحید ہے، اور اسی قسم کی تفسیر امام مجاہد رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔ [1]

امام طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں مزید فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص پوچھے کہ اس آیت کے ظاہر اور حقیقی الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا تفسیر کریں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ جو شخص ایمان باللہ کا انکاری ہو اور اس کی توحید میں رخنے ڈالنے والا ہو اور اس کے امر و نہی کی اطاعت سے گریز کرنے والا ہو تو اس کے تمام اعمال رائیگاں جائیں گے۔"

مزید فرماتے ہیں:

ایمان تو (العروۃ الوثقیٰ) یعنی سب سے مضبوط کڑا ہے، تو کوئی عمل اس کے بغیر قابلِ قبول نہیں ہے، جبکہ اس کے تارک پر (خواہ وہ ترک کلی ہو جزوی) جنت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام کر دی گئی ہے۔ [2]

شرک کے ارتکاب کے تعلق سے وارد شدہ وعیدوں اور اخروی خساروں کا تقاضا یہی ہے کہ ہم حقیقتِ توحید کو پہچانیں، توحید کی اہمیت و ضرورت کی معرفت حاصل کریں، شرک کی حقیقت کا ادراک کریں اور اس سے مکمل بچاؤ کی تدبیر اختیار کریں، جس کیلئے توحید اور اس کی ضد شرک کی پہچان ایک انتہائی ضروری امر ہے۔

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

[1] تفسیر طبری ۵/۷۰

[2] تفسیر طبری ۵/۷۱، ۷۰

حقیقتِ توحید

توحید، باب تفعیل سے مصدر ہے، (وحد یوحد توحیدا) اس کا ماخذ (احد) ہے۔

توحید کا لغوی معنیٰ: کسی شئ کو ایک کرنا یا ایک جاننا، اس معنی کی رو سے، اللہ تعالیٰ کی توحید کا معنی ہوگا: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، یعنی اس کے ایک ہونے کا عقیدہ رکھنا۔

عقیدہ، عقدہ سے ہے، جو گرہ لگانے کے معنی میں مستعمل ہے، اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کے عقیدے سے مراد یہ ہے کہ دل میں اس کی وحدانیت کے تعلق سے ایک مضبوط گرہ لگا دی جائے، ایسی گرہ کہ جسے دنیا کی کوئی طاقت کھول نہ سکے اور ایسی گرہ کہ زبان بھی اس کے ایک ہونے کا اقرار کرے، دل بھی اس کے ایک ہونے کا اعتراف کرے، اور ہر ہر عمل اس کے ایک ہونے کی گواہی دے۔

توحید کا شرعی معنیٰ: (افراد الله تعالیٰ بما يختص به من الربوبية والألوهية والأسماء والصفات)

یعنی: ربوبیت، الوہیت اور اسماء و صفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، میں اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور ماننا۔ [1]

اس تعریف سے توحید کی تین اقسام سامنے آ رہی ہیں، اگر ایک بندہ ان کے مکمل اور صحیح فہم کے ساتھ انہیں قبول کر لے تو وہ کامل توحید کی نعمت سے سرفراز ہو سکتا ہے۔

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

[1] القول المفید لابن عثیمین

توحید (فضائل ومحاسن،ضرورت واہمیت)

۞ توحید ہی مقصدِ تخلیقِ جن وانس ہے۔

[وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝۵۶][1]

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں''

۞ توحید ہی مقصدِ بعثتِ انبیاء ہے۔

[وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ][2]

''اور ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا (اس دعوت کے ساتھ) کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ہر طاغوت سے بچو''

۞ توحید ہی دینِ قیم ہے یعنی ایسا دین جو انسانوں کے سارے امور کو سنبھالنے والا ہے۔

[اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ][3]

''اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو یہی دین قیم ہے''

۞ توحید ہی استحکام معیشت اور امن وسلامتی کی بنیاد ہے۔

[فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۝الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۥ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ

[1] الذریات:۵۶

[2] النحل:۳۶

[3] یوسف:۴۰

خَوْفٍ۝۴][1]

''پس انہیں چاہئے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہی بھوک میں کھانا دیا اور ڈر وخوف میں امن وامان دیا''

۞ توحید ہی محورِ نجات ومدارِ فلاح ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ:

''من قبل منی الکلمۃ التی عرضتہا علی عمی فردھا علی فھی لہ نجاۃ''

''جس شخص نے قبول کرلیا مجھ سے وہ کلمہ جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا اور اس نے اسے رد کردیا تھا، تو وہ اس کیلئے نجات ہے''[2]

۞ توحید ہی ہر نبی کی اصلِ دعوت ہے:

[وَسْــَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۝۴۵][3]

''اور آپ سے قبل ہم نے جو اپنے رسول مبعوث فرمائے ان سب سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ بھی کوئی معبود مقرر کئے تھے جس کی پوجا کی جاتی ہو؟ (ہرگز نہیں۔)''

۞ توحید ہی رسولِ اکرم ﷺ کی اول دعوت تھی۔

[يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۝][4]

''اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہوجا اور آگاہ کردے اور رب ہی کی بڑائیاں (توحید) بیان کر''

[1] القریش:۴،۳

[2] مسند احمد

[3] الزخرف:۴۵

[4] المدثر:۱تا۳

کوہِ صفا پر کھڑے ہوکر آپ ﷺ نے پہلی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

"یاأیھا الناس قولوا: لاإله إلا الله"

"اے لوگو! کہو! اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے"

۞ توحید ہی تمام انبیاءِ کرام کی متفق علیہ دعوت ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ:

"اَلْاَنْبِیَاءُ إِخْوَةٌ من علات وأمهاتهم شتی وَدِیْنُهُمْ وَاحِدٌ"

"انبیاءِ کرام آپس میں علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان سب کا دین ایک ہی ہے" (یعنی سب کے سب دینِ توحید پر تھے، ماؤں کے مختلف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فروعی مسائل میں ان کی شریعتیں مختلف تھیں، مگر باپ ایک تھا جس کا معنی یہ ہے کہ سب کا اصل ایک تھا اور وہ توحیدِ باری تعالیٰ ہے۔)[1]

۞ توحید ہی گناہوں کی بخشش کی بنیاد ہے۔

[اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ][2]

"بے شک اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے، اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہے معاف کردے"

۞ توحید کی صحت پر نیکیوں کی قبولیت موقوف ومشروط ہے، جبکہ عدمِ صحت پر نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں۔

[وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ][3]

[1] مسلم:۲۱۳۲
[2] النساء:۴۸
[3] الزمر:۶۵

"یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلاشبہ آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا اور بالیقین آپ نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

۞ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اہل توحید ہی کا حق ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ:

"لكل نبي دعوة مستجابة فتعجل لكل نبي دعوته وإني إختبئت دعوتي شفاعة لأمته يوم القيامة فهي نائلة إن شاء الله من مات من أمته لايشرك بالله شيئا"

"ہر نبی کیلئے ایک دعاءِ مستجاب تھی، ہر نبی نے دنیا میں ہی وہ دعا کرلی جبکہ میں نے وہ دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کیلئے چھپا رکھی ہے چنانچہ میری شفاعت ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہوگا"[1]

فرمانِ نبوی ﷺ:

"اسعد الناس بشفاعتي من قال لاإله الا الله خالصا من قلبه"

"قیامت کے دن میری شفاعت ان خوش نصیبوں کو حاصل ہوگی جنھوں نے دل کے اخلاص کے ساتھ "لاإله الا الله" کہا"[2]

۞ توحید پر ہی دنیا کی بقاء ہے، جب دنیا سے توحید ختم ہوگی فوراً قیامت آجائے گی۔

"لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالُ فِي الْاَرْضِ اَللّٰه اَللّٰه"

[1] مسلم:۴۹۱
[2] صحیح بخاری:۶۵۷۰

"اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اس زمین میں اہلِ توحید موجود ہیں" [1]

✪ توحید ہی نبی ﷺ کا عقیدہ ومنہج تھا۔

[قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿١٦٢﴾لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴿١٦٣﴾][2]

"آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔"

✪ نبی ﷺ نے آخری دم تک توحید کی تبلیغ،اور شرک کی تردید وتفنید فرمائی، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے چند لمحات قبل فرمایا تھا:

"لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجدا"

"یہود ونصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا" [3]

نیز فرمایا:

"اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد"

"اے اللہ! میری قبر کو وثن (پوجا گاہ) نہ بنادینا کہ جسے لوگ پوجنے لگیں" [4]

✪ توحید ہی اساسِ دعوت ہے، بلکہ سب سے بہترین دعوت ہے:

[وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ

---

[1] مسلم:۳۵۷

[2] الانعام:۱۶۲، ۱۶۳

[3] بخاری:۴۳۶

[4] موطا

الْمُسْلِمِيْنَ﴿٣٣﴾][1]

"اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔"

✪ توحید ہی ہدفِ جہاد ہے۔

"من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله"

"جو قتال کرے تا کہ اللہ کا کلمہ اونچا ہو پس وہی اللہ کی راہ میں قتال کررہا ہے" [2]

✪ تمام اعمالِ صالحہ (نماز......) کی روح توحید ہے۔

✪ توحید ہی کی برکت سے توبہ کے بغیر بھی گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔فرمانِ نبوی ﷺ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ أَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً"

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! اگر تو زمین بھر گناہ لیکر میرے پاس آجائے، اور تو نے شرک نہ کیا ہو، تو میں زمین بھر مغفرت کیساتھ تجھے ملوں گا۔" [3]

توحید خالص کے اقرار واعتراف اور شرک سے بچے رہنے کی برکت سے ایک شخص کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر ہلکے اور ماند پڑھ جائیں گے۔

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: ان الله سيخلص رجلا من أمتي على رؤوس الخلائق يوم القيامة، فينشر عليه تسعة وتسعين سجلا، كل سجل مثل مد البصر، ثم يقول: أتنكر من هذا

---

[1] حم السجدہ:۳۲

[2] مسلم:۴۹۲۰

[3] ترمذی:۳۵۴۰

شيئا؟ أظلمك كتبتي الحافظون؟ فيقول: لا يا رب! فيقول: أفلك عذر؟ فيقول: لا يا رب! فيقول: بلى، إن لك عندنا حسنة، فإنه لا ظلم عليك اليوم، فتخرج بطاقة فيها: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبدالله ورسوله، فيقول: احضر وزنك، فيقول: يا رب! ما هذه البطاقة أمام السجلات؟ فقال: إنك لا تظلم، قال: فتوضع السجلات في كفة والبطاقة في كفة، فطاشت السجلات وثقلت البطاقة، فلا يثقل مع اسم الله شيء)[1]

''عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام خلائق کے سامنے، میری امت کے ایک شخص کو لائے گا اور اس پر (اس کے گناہوں کے) ننانوے رجسٹر کھول دے گا، ہر رجسٹر کا طول وعرض تا حدِ نگاہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم ان میں سے اپنے کسی گناہ کا انکار کرتے ہو؟ کیا میرے کراما کاتبین نے کسی گناہ کے تحریر کرنے پر، تم پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے پاس تمہارے کسی گناہ کا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (میرے بندے) میرے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا، چنانچہ ایک بطاقہ یعنی چھوٹی سی پرچی نکالی جائے گی، جس پر (أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبدالله ورسوله) لکھا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے وزن کا خود مشاہدہ کر۔

---

[1] أخرجه الترمذي: ٢٦٣٩ وحسنه، والحاكم (١/٦) وصححه على شرط مسلم، ووافقه الذهبي، وانظر: السلسلة الصحيحة للألباني: ١٣٥)

وہ کہے گا: بھلا یہ چھوٹی سی پرچی، اتنے سارے رجسٹروں کا کیا مقابلہ کرے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بلاشبہ تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، چنانچہ وہ (ننانوے) رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور پرچی دوسرے میں، رجسٹروں والا پلڑا اوپر کو اٹھ جائے گا اور پرچی والا پلڑا انتہائی وزنی اور بوجھل ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں۔''

❂ کسی سلطنت کے قیام کا اساسی نکتہ، توحید ہے ورنہ اس سلطنت کا قیام بیکار ہے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بیت اللہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کیا۔[1]

پھر فوراً بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ مکہ اور آس پاس کے علاقوں میں موجود تمام بتوں کو توڑ دیں اور اونچی قبروں کو برابر کر دیں۔[2]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسی منہج کو اتنی مضبوطی سے تھاما کہ اپنے دورِ خلافت میں اپنے شاگرد ابوالھیاج الاسدی رحمہ اللہ کو بلایا اور فرمایا:

(ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله ﷺ أن لا تدع تمثالا إلا طمسته، ولا قبرا مشرفا إلا سويته)

''میں تجھے اس مہم پر نہ بھیجوں، جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا؟ (وہ مہم یہ کہ) ہر مورتی کو مسخ کر دو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔''[3]

---

[1] مسلم: ۴۶۲۵

[2] مسلم

[3] صحیح مسلم: ۲۲۴۳

نبی ﷺ کے صحابی فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ رومیوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے، برودس نامی جزیرہ میں تھے کہ ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا، فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان کی قبر برابر بنائی جائے (یعنی اونچی نہ ہو بلکہ ان قبروں کے برابر ہو جو بمطابق شریعت بنائی جاتی ہیں) پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ قبروں کے برابر ہونے کا حکم دیتے تھے۔

۞ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد توحید ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال قال رسول اللہ ﷺ: "أوثق عری الایمان الموالاة فی اللہ والمعاداة فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ"

''ایمان کا سب سے مضبوط کنڈہ اللہ کیلئے دوستی اور اللہ کیلئے دشمنی ہے اور اللہ کیلئے محبت اور اللہ کیلئے نفرت کرنا ہے''[1]

بلکہ اسے تکمیلِ ایمان کا انتہائی قوی سبب قرار دیا گیا ہے۔

عن ابی أمامة الباهلی رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ من أحب للہ وأبغض للہ وأعطى للہ ومنع للہ فقد استکمل الإیمان.

''ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کیلئے محبت کی، اللہ کیلئے بغض رکھا، اللہ کیلئے خرچ کیا اور اللہ کیلئے روک لیا، اس نے اپنا ایمان پورا کرلیا۔''[2]

اس اہم ترین نکتۂ توحید پر کاربند افراد کا قیامت کے دن کس طرح استقبال ہوگا اور

[1] رواہ الطبرانی والحاکم وصححہ الالبانی، الجامع الصغیر (۲۵۳۹)

[2] رواہ ابوداؤد والضیاء المقدسی فی المختارہ، صحیح الجامع الصغیر: ۵۹۶۵

کس عظیم الشان نعمت سے سرفراز ہوں گے، حدیث ملاحظہ کیجئے:

عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ: (إن اللہ یقول یوم القیامة: أین المتحابون بجلالی، الیوم أظلهم فی ظلی یوم لا ظل إلا ظلی)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میرے جلال کی خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سائے میں لے لوں گا، آج کے دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔''[1]

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

[1] صحیح مسلم: ۲۵۴۸

اقسامِ توحید

توحید تین اقسام میں منقسم ہے:

(۱) توحیدِ ربوبیت (۲) توحیدِ الوہیت (۳) توحیدِ اسماء وصفات

توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ اسماء وصفات کا تعلق معرفت اور اثبات کے ساتھ ہے، یعنی ان دونوں اقسام کے بارے میں جو کچھ کتاب وسنت میں وارد ہے، اس کی معرفت حاصل کرنا اور پھر اس کے ثابت ہونے کا انتہائی قوی عقیدہ رکھنا۔

توحیدِ الوہیت کا تعلق عبادت سے ہے، اسی لئے توحیدِ الوہیت کو توحیدِ عبادت بھی کہا جاتا ہے، یعنی: اللہ وحدہ لاشریک لہ کو اکیلا معبود ماننا اور ہر قسم کی عبادت کا اسی کے ساتھ خاص ہونے کا اور کسی عبادت میں کسی دوسرے کے شریک نہ ہونے کا انتہائی قوی عقیدہ رکھنا اور عملی طور پر ہمیشہ اسی کی عبادت روا رکھنا۔

گویا توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ اسماء وصفات کا تعلق علم ومعرفت سے ہے اور توحیدِ الوہیت کا تعلق عبادت وعمل سے ہے، توحیدِ ربوبیت سے اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے، جبکہ توحیدِ اسماء وصفات سے اس کے صفات وافعال ثابت ہوتے ہیں۔

توحیدِ الوہیت ہی اصلاً عملی توحید ہے، یہی انبیاء کرام اور خاصۃً نبی آخر الزماں محمد ﷺ کی دعوت کا اصل محور ہے؛ کیونکہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے منکر نہیں

تھے، بلکہ اس کے اکیلے معبود ہونے کے منکر تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام تر دعوت میں ان کی اسی جاہلیت پر مسلسل رد فرمایا۔

آج اکثر دعاۃ یا جماعتیں محض توحیدِ ربوبیت کی دعوت پر اکتفاء کئے بیٹھے ہیں، جو کہ حقیقتِ توحید، روحِ توحید اور رسول اللہ ﷺ کے اصل مشن کے منافی ہے۔

کمالِ توحید کیلئے سب سے اہم نکتہ

توحید کے دو ارکان ہیں: ایک نفی، دوسرا اثبات۔

توحید کا ان دونوں ارکان پر قائم ہونا ضروری ہے، ورنہ بندے کی توحید نہ صرف یہ کہ ناقص ہوگی، بلکہ نا قابلِ قبول ہوگی اور نتیجۃً تمام اعمال کی بربادی کا باعث ہوگی۔

کلمہ (لاالہ الااللہ) جس کی گواہی سے بندہ دینِ اسلام میں داخل ہوتا ہے، مذکورہ بالا دونوں ارکان کا مجموعہ ہے: (لاالہ) رکنِ نفی ہے، (الااللہ) رکنِ اثبات ہے، اس مکمل کلمہ ہی سے کامل توحید حاصل ہوگی، ایک بندہ اگر توحید کے تعلق سے صرف رکنِ اثبات پر قائم ہو اور رکنِ نفی سے پہلوتہی برتتا ہو تو اس کی توحید نا قابلِ قبول ہے، ایسے بندے کا (الااللہ) پر تو ایمان ہے، مگر (لاالہ) پر نہیں ہے، اور وہ منہجِ انبیاء کی سراسر مخالفت کا مرتکب ہو رہا ہے۔

قرآنِ حکیم کا اسلوبِ بیانِ توحید

قرآنِ حکیم نے بیانِ توحید میں ہمیشہ نفی واثبات، دونوں ارکان کو ملحوظ رکھا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝۱۶۳][1]

---

[1] البقرۃ:۱۶۳

"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔"

آیتِ کریمہ میں دونوں ارکان کا بیان مجتمع ہے، چنانچہ [وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ] رکنِ اثبات ہے، وہ بھی بصورتِ حصر، جس کا ترجمہ یہ ہوا: تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، [لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ] رکنِ نفی ہے، جس کا ترجمہ یہ ہوا: اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

دوسرا مقام ملاحظہ ہو:

[وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝] [1]

"انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں بھی دونوں ارکان کا اکٹھا ذکر ہے، چنانچہ [وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا] رکنِ اثبات ہے، اور [لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ] رکنِ نفی، بلکہ [سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ] بھی اسلوبِ نفی ہے، جو سابقہ نفی کے جملہ کی تاکید کر رہا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ توحید کے تعلق سے رکنِ نفی کی اہمیت زیادہ ہے، ظاہر ہے کہ ہر معبودِ باطل کی نفی وانکار، اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اثبات کو مستلزم ہے، لیکن محض اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اقرار سے معبودانِ باطلہ کی نفی لازم نہیں آتی، جب تک زبان سے نفی نہ کی جائے اور جب تک دل اس نفی کی گواہی پر قائم نہ ہو، اور جب تک بندے کا ایک ایک عمل اس نفی کی تصدیق نہ کر رہا ہو۔

واضح ہو کہ توحید میں نفی واثبات کے دونوں ارکان، تمام اقسامِ توحید پر جاری ہوں

[1] التوبۃ: ۳۱

گے، چنانچہ توحیدِ الوہیت میں کہا جائے گا: اللہ تعالیٰ ہی الٰہ یعنی معبودِ حق ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور توحیدِ ربوبیت میں کہا جائے گا: اللہ تعالیٰ ہی رب (خالق، مالک اور مدبر) ہے، اس کے سوا کوئی نہیں، توحیدِ اسماء وصفات میں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے بارے میں اسی نفی واثبات کے منہج کو اختیار کیا جائے گا، مثلاً: صفتِ (الرزاق) کے حوالے سے کہا جائے گا: اللہ تعالیٰ ہی رزاق یعنی روزی دینے والا ہے، اس کے سوا کوئی نہیں، صفتِ (عالم الغیب) کے حوالے سے کہا جائے گا: اللہ تعالیٰ ہی غیب دان ہے، اس کے سوا کوئی نہیں۔

اس اجمال کے بعد ہم قدرے تفصیل کے ساتھ، توحید کی ان تینوں اقسام کی وضاحت پیش کرتے ہیں:

توحیدِ ربوبیت

ربوبیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کے مبارک نام (الرب) کی طرف ہے، یہ نام اللہ تعالیٰ کا علم ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو (الرب) نہیں کہا جاسکتا، البتہ اضافت کی صورت میں دوسروں کو رب کہا جاسکتا ہے، جیسے: رب المال، رب البیت وغیرہ۔

اسمِ مبارک "الرب" کی وضاحت

رب کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے ابن الأثیر فرماتے ہیں:

(الرب يطلق في اللغة على المالك والسيد والمدبر والمربي والقيم والمنعم ولايطلق غيرمضاف الا على الله تعالىٰ واذا اطلق على غيره أضيف،فيقال: رب كذا)

یعنی: لغوی اعتبار سے رب کے کئی معانی ہیں، مثلاً: مالک، سردار، تدبیر کرنے والا،

پالنے والا، نگرانی کرنے والا اور نعمت عطا فرمانے والا، اضافت کے بغیر اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے، البتہ اضافت کی صورت میں دوسروں پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے، جیسے رب کذا یعنی فلاں چیز کا مالک۔

ابن جریر الطبری فرماتے ہیں: کلامِ عرب میں رب کے متعدد معانی ہیں، چنانچہ وہ سردار جو ہر طرح سے اطاعت کیا جاتا تھا اسے رب کہا جاتا تھا، وہ شخص جس کی حیثیت ایک مصلح کی ہوتی اسے رب کہا جاتا تھا، وہ شخص جو کسی چیز کا مالک ہوتا اسے رب کہا جاتا تھا......

مزید فرماتے ہیں: چنانچہ ہمارا رب وہ (السید) ہے کہ سرداری میں کوئی اس کا مشابہ یا مثیل نہیں ہے اور اپنی مخلوقات کے امور کا ایسا مصلح ہے کہ سب کو اپنی نعمتوں سے ڈھانپ رکھا ہے، ساری کائنات کا ایسا مالک ہے کہ ہر قسم کا خلق اور امر اسی تنہا ذات کا ہے۔

توحید ربوبیت پر مکمل ایمان کیلئے تین چیزوں کی معرفت

علماءِ سلف کے اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی ربوبیت کی توحید پر مکمل ایمان کیلئے تین چیزوں کو پہچاننا اور ماننا ضروری ہے، ان کے بغیر یا ان میں سے کسی ایک کے بغیر توحیدِ ربوبیت پر ایمان ہرگز کامل نہیں ہوسکتا۔

① یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں، حتی کہ ایک ذرہ تک کا بھی نہیں۔

② یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا حقیقی مالک ہے، اس کے سوا کوئی حقیقی مالک نہیں ہے، حتی کہ ایک ذرہ تک کا بھی نہیں۔

③ یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا مدبر اور متصرف ہے،

اس کے سوا کوئی مدبر نہیں ہوسکتا۔

توحیدِ ربوبیت پر کامل ایمان کیلئے ان تینوں چیزوں کو ماننا ضروری ہے، لہذا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خالق سمجھتا ہے، خواہ ایک ذرہ کی حد تک کیوں نہ ہو، یا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مالک سمجھتا ہے، خواہ ایک ذرہ کی حد تک کیوں نہ ہو، یا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مدبر مانتا ہے، خواہ ایک ذرہ کی حد تک کیوں نہ ہوتو اس کی توحیدِ ربوبیت ناقص اور ناقابل قبول ہے، تمام تر دعووں کے باوجود اس کا عقیدہ خلل اور اضطراب کا شکار ہے، جب توحیدِ ربوبیت جو کہ بقیہ تمام اقسامِ توحید (توحیدِ الوہیت، توحیدِ اسماء وصفات) کی مفتاح بلکہ اساس ہے، میں خلل واقع ہوگیا تو اس کا تمام تر ایمان وعقیدہ اور بنابریں ہر قسم کا عمل برباد ہوگیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: [وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ][1]

"جو شخص ایمان میں کسی انکار کا شکار ہوگیا تو اس کا ہر قسم کا عمل برباد اور رائیگاں ہے۔"

توحید ربوبیت کے نکتۂ اول کی وضاحت

توحید ربوبیت کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شیٔ کا خالق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾][2]

یعنی: "اللہ تعالیٰ ہی ہر شیٔ کا خالق ہے اور وہ ہر شیٔ پر کارساز ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے خلق کے تعلق سے تمام اولین وآخرین کو چیلنج کیا ہے، [هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ

---

[1] المائدة:٥

[2] الزمر:٦٢

فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ؀][1]

''یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی خلق ہے، پس مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے جو اس کے سوا (پکارے جاتے) ہیں، بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے وہ تمام معبود، جنہیں اس کے سوا پوجا جاتا ہے، کے عجز کا ذکر فرمایا، یعنی وہ سب ایک مقام پر اکھٹے ہوکر اپنی تمام تر طاقتیں وصلاحیتیں صرف کرکے ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے، حالانکہ مکھی ایک انتہائی خسیس اور حقیر جانور ہے۔

[يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔـا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ؀ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ؀][2]

''اے ایمان والو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، اسے غور سے سنو، بیشک جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تو ہرگز ہرگز ایک مکھی تک پیدا نہیں کرسکتے، خواہ تمام کے تمام اس مقصد کی خاطر جمع ہوجائیں، اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو اسے چھڑانے تک کی قدرت نہیں رکھتے، طالب اور مطلوب دونوں کس قدر کمزور ہیں، انہوں نے کما حقہ اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی، اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور غلبہ والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کو ماننا، جس طرح توحیدِ ربوبیت پر ایمان کی اساس ہے، اسی طرح اس کے خالق ہونے کو ماننا ذاتی علم اور پہچان کیلئے اور اس کی عبادت تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کی خبر کیوں دی؟ اس لئے تاکہ ہمیں

[1] لقمان:۱۱

[2] الحج:۷۴،۷۳

اس عقیدہ کی معرفت حاصل ہوجائے، نیز اس لئے بھی کہ ہم خالصتاً اسی کی عبادت پر متوجہ ہوجائیں۔ جہاں تک معرفت کا معاملہ ہے تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ؀][1]

''اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے ساتوں آسمان پیدا کئے اور زمینیں بھی اتنی ہی، ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے اوامر نازل ہوتے ہیں (تمہیں یہ سب اس لئے بتایا جارہا ہے) تاکہ تم جان لو اور یہ معرفت حاصل کرلو کہ اللہ تعالیٰ ہر شئ پر قادر ہے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ ازروئے علم ہر شئ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

یہ آیت کریمہ اس مسئلہ پر نص کی حیثیت رکھتی ہے کہ توحیدِ ربوبیت کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے، اس معرفت کے ذریعے اس اہم ترین مسئلہ تک رسائی حاصل کرنا ضروری ہے، جس کی خاطر رسالتیں اور نبوتیں تشکیل دی گئیں اور جس کی خاطر بار بار وحی الٰہی کا نزول ہوا اور وہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ہے، چنانچہ فرمایا:

[وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ؀][2]

''میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''

اس آیت مبارکہ میں (خلقت) کا مقصد (لیعبدون) ہے، جبکہ اوپر کی آیات میں (خلق) کا مقصد (لتعلموا) ہے، جس سے ثابت ہوا کہ توحیدِ ربوبیت کا علم حاصل کرنا

[1] الطلاق:۱۲

[2] الذریات:۵۶

ضروری ہے اور اس علم کے ذریعے اس اہم مسئلہ (عبادت) تک رسائی ضروری ہے جو اصلِ دین اور محورِ دین ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے لہذا وہی مستحقِ عبادت ہے تو اس کے ساتھ ساتھ یہ نکتہ بھی دل وجان کی گہرائی سے قبول کرنا ضروری ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، بمقدارِ ذرہ بھی نہیں، لہذا اس کے سوا کوئی عبادت کا (بمقدارِ ذرہ بھی) مستحق نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝][1]

''اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا، پھر تم سب کو روزی دی، پھر تم سب کو موت دے گا، پھر تم سب کو زندہ کرے گا، کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی بھی ان میں سے کوئی کام انجام دے سکتا ہے؟ وہ ذات پاک ہے اور تمہارے شرک سے بہت بلند ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

[اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝][2]

''کیا وہ ایسوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، اور نہ وہ ان کی کچھ بھی مدد کر سکتے ہیں، بلکہ وہ تو اپنے آپ کی مدد کی

[1] الروم:۴۰
[2] الاعراف:۱۹۲،۱۹۱

صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔''

غیرت کا تقاضا اور تصویر کی حرمت

حضرات! اللہ تعالیٰ ہی خالقِ کل ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہوسکتا، یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ہم سے بڑی غیرت کا متقاضی ہے، اسی غیرت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تصویر کو حرام قرار دے دیا؛ کیونکہ تصویر میں اللہ تعالیٰ کی صفت (خلق) اور صفت (تصویر) سے مشابہت پائی جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور وہی مصور ہے۔ تصویر کی حرمت اور وعید شدید پر کچھ نصوص ملاحظہ ہوں:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: (ان اشد الناس عذابا عند اللہ یوم القیامة المصورون)[1]

یعنی: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے سخت عذاب، تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

عن عائشة رضی اللہ عنها أن رسول اللہ ﷺ قال: (أشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یضاهون بخلق اللہ.)[2]

یعنی: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق (پیدا کرنا) سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (یعنی تصویر بناتے ہیں)

[1] بخاری ومسلم
[2] بخاری ومسلم

عن ابی هريرة رضی الله عنه :(يقول الرب سبحانه :ومن أظلم ممن ذهب يخلق كخلقی فليخلقوا ذرة أو ليخلقوا حبة أو ليخلقوا شعيرة)[1]

یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے، رب سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو میری خلق جیسی خلق بناتا ہے (یعنی تصویر بناتا ہے) ایسے لوگ اناج کا ایک دانہ پیدا کرکے دکھائیں۔

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال: (إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم أحيوا ما خلقتم)[2]

یعنی: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جو لوگ تصویریں بناتے ہیں، انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا جو تصویریں تم نے خلق کی تھیں ذرا انہیں زندہ تو کرو۔ (وہ زندہ نہیں کر پائیں گے لہذا ان کا عذاب مستمر رہے گا۔ (والعیاذ باللہ)

خالق ہونے کا معنی

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے یا یہ بھی کہ وہ کسی مادہ کے بغیر اشیاء کو خلق کرنے پر قادر ہے، اور یہ صلاحیت اس پوری کائنات میں کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے، دوسرے لوگ اگر کوئی چیز بنا پاتے ہیں تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں کو جوڑ کر، مثلاً: انسان نے جہاز بنالیا، لیکن کس طرح؟ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ لوہے اور لکڑی اور دیگر اشیاء کو جوڑ کر۔

[1] بخاری ومسلم
[2] بخاری ومسلم

لہذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرا کوئی خالق نہیں ہوسکتا، اسی معنی میں اس کی صفت (الباری) بھی ہے، [هُوَ اللهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ ...الآية][1]

اس صفت کا اطلاق بھی غیر اللہ کیلئے جائز نہیں ہے۔

توحیدِ ربوبیت: نکتۂ دوم کی وضاحت

توحیدِ ربوبیت پر ایمان لانے کیلئے دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شئ کا مالک ہے، اس کے علاوہ دوسرا کوئی مالک نہیں ہوسکتا، گویا یہ پوری کائنات جس طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اسی طرح اس کی مملوک بھی ہے، فرمان ہے: [فَتَعٰلَى اللهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ][2]

''پس بلند ہے اللہ، جو الملک (بادشاہ) ہے اور الحق (سچا) ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو ہر شئ کا مالک ماننے کیلئے ضروری ہے کہ ہمیں تین چیزوں کی پورے یقین کے ساتھ معرفت ہو:

① جب وہ ہر چیز کا مالک ہے تو ضروری ہے کہ مالک ہونے کی جتنی بھی صفات ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہو، مثلاً: کمالِ قوت، کمالِ غلبہ، کمالِ قدرت، کمالِ علم، کمالِ احاطہ، کمالِ حکمت، کمالِ مشیئت، کمالِ رحمت ومحبت وغیرہ۔

② اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کے مالک ہونے پر ایمان لانے کا دوسرا ضروری تقاضا یہ ہے کہ ہمارا یہ ایمان ہو کہ ہر شئ اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے، ہر شئ اپنے تمام امور میں اسی کی طرف مضطر ومفتقر ہے اور یہ ایمان بھی ہو کہ کوئی شئ حتی کہ ایک ذرہ بھی اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہے۔

[1] الحشر:۲۴
[2] طہ:۱۱۴

[وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ] [1]

''اور وہ ذات بابرکت ہے جس کیلئے آسمانوں اور زمینوں اور جو ان کے درمیان ہے کا ملک ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔''

③ جب اللہ تعالیٰ ہرشیٔ کا مالک ہے اور ہرشیٔ اس کی مملوک ہے تو پھر ضروری ہے کہ ہمارا ایمان ہو کہ ہرشیٔ کی تدبیر وتصرف بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ کائنات کی ہرشیٔ پر اس کی مشیئت نافذ ہے اور ایک ذرہ کی حرکت بھی اس کے امر وتصرف سے باہر نہیں۔[اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ] [2]

''اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے''

اور جب اللہ تعالیٰ کوئی امر نافذ فرماتا ہے تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا اور نہ کسی حکم پر تعقیب کی ہمت رکھتا ہے (لارادلقضائه ولامعقب لحكمه)(اس کے فیصلوں کو رد کرنیوالا نہیں اور اس کے حکم کو کوئی پیچھے دھکیلنے والا نہیں)

اللہ تعالیٰ کے احکام واوامر تین طرح کے ہیں:

① احکامِ قدریہ کونیہ، یعنی پوری کائنات کے جملہ امور، اللہ تعالیٰ کے مبرم حکم کے ساتھ تقدیر میں مکتوب ومحفوظ ہیں، وہ تمام فیصلے اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے ساتھ ہیں اور تقدیر میں لکھے ہوئے کے مطابق نافذ ہونگے، کسی فیصلے میں کسی غیر اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

② احکامِ شرعیہ، یعنی حلال وحرام کے تعلق سے تمام شرعی فیصلوں کا اللہ تعالیٰ ہی

[1] الزخرف:۸۵
[2] الاعراف:۵۴

مختار ہے، اس ذات نے احکامِ شرعیہ بنائے اور اپنی وحی کے ذریعے اپنے انبیاء کے توسط سے ہم تک پہنچا دیئے: [لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ] [1]

''ہم نے سب کیلئے شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔''

[شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ] [2]

''اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے لئے شریعت مقرر کی ہے۔''

[اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ] [3]

''حکم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔''

کسی حکم شرعی بنانے یا نافذ کرنے میں کسی غیر اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، لہذا احکامِ شرعیہ کے تعلق سے صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے، اس کے علاوہ کسی کی نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کا رسول چونکہ اس کا نمائندہ، مبعوث اور ماذون ہے، لہذا اس کی اطاعت بھی فرض ہے؛ کیونکہ وہ اطاعت عین، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے: [مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ] [4]

[وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝] [5]

③ احکامِ جزائیہ، یعنی بندے جو عمل کریں گے ان پر جزا یا سزا کا فیصلہ بھی صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے، چنانچہ وہی اطاعت گذار بندوں کو اپنی رضا اور جنت کی صورت

[1] المائدۃ:۴۸
[2] الشوریٰ:۱۳
[3] الانعام:۵۷
[4] النساء:۸۰
[5] النجم:۴،۳

میں جزاء دے گا، دوسرا کوئی نہیں۔

اور وہی نافرمان بندوں کو اپنے غضب اور جہنم کے عذاب کی صورت میں سزا دے گا، دوسرا کوئی نہیں[مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳][1]

''مالک ہے قیامت کے دن کا۔''

[يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝۱۹][2]

''اس دن کوئی نفس کسی نفس کیلئے کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوگا، اور حکم اس دن اللہ تعالیٰ کیلئے ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کی مشیئت اگر متقاضی ہو تو وہ دنیا میں بھی اپنے نیک بندوں یا قوموں کو اچھی جزا اور برے بندوں یا قوموں کو عذاب دے دیتا ہے، بہر حال دنیا ہو یا آخرت، دونوں جہانوں میں جزا وسزا کا اختیار صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے، دنیا وآخرت کے مابین عالم برزخ میں بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے جزا یا سزا کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ مالکیت میں، دوسرا کوئی بھی ایک ذرہ کے برابر بھی شریک نہیں ہے، فرمایا:

[وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳][3]

''جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے اندر دھاگے کے بھی مالک نہیں ہیں۔''

[1] الفاتحہ:۳

[2] الانفطار:۱۹

[3] فاطر:۱۳

ایک اور مقام پر فرمایا:

[قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝۲۲][1]

''کہہ دو، پکارو ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا (شریک) سمجھتے ہو، وہ تو آسمانوں اور زمینوں کے اندر ایک ذرہ تک کے مالک نہیں، اور نہ ہی اس ذرہ کی ملکیت میں وہ اللہ تعالیٰ کے حصہ دار ہیں اور نہ ہی اس ذرہ کے سلسلہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔''

آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو پوجا جاتا ہے وہ تو ایک ذرہ کے مالک نہیں، مالک ہونا بڑی بات ہے وہ اس ذرہ کی ملکیت میں اللہ تعالیٰ کے حصہ دار بھی نہیں اور نہ ہی اس ذرہ کی تخلیق میں اس کے مددگار۔

ہمارا معاشرہ اور توحیدِ ربوبیت سے انحراف

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفتِ مالکیت میں یا صفتِ تدبیر وتصرف میں کسی دوسرے کو حصہ دار قرار دیتے ہیں وہ سخت غلطی کا شکار ہیں، مگر افسوس ہمارے معاشرے میں ایسے بہت سے لوگ یا گروہ موجود ہیں جو توحیدِ ربوبیت کے تعلق سے سخت انحراف کا شکار ہیں، ہم بتا چکے کہ توحیدِ ربوبیت، اصلِ توحید یعنی توحیدِ عبادت کی اساس ہے، جو شخص اساس کے امتحان میں فیل ہو گیا وہ اصل توحید (توحیدِ عبادت) جو انبیاء کی دعوت کا مرکزی نکتہ تھا، بری طرح ناکام ہو گیا، نتیجۃً اپنی دنیا، اپنی قبر اور اپنی آخرت سب کی بربادی کا خود ہی انتظام کر ڈالا۔

ایک کلمہ گو موحد اگر توحیدِ ربوبیت میں ہی اضطراب وانحراف کا شکار ہو گیا تو اس کا یہ

[1] سبأ:۲۲

معاملہ کتنا تعجب خیز ہوگا؛ کیونکہ مشرکین مکہ اپنی تمام تر گمراہیوں کے باوجود توحیدِ ربوبیت میں کسی انحراف کا شکار نہیں تھے، قرآن مجید میں بار بار ان کے اس اعتراف کا ذکر ہے کہ ہرشیٔ کا خالق، مالک اور مدبر صرف اللہ رب العزت ہے، انہیں اگر اشکال تھا تو وہ توحیدِ الوہیت کے تعلق سے تھا، ان کہنا تھا[أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَّاحِدًا][1]

یعنی: اس شخص (محمد ﷺ) نے قولوا لا الہ الا اللہ کی دعوت دے کر تمام معبودوں کا انکار کر دیا اور ایک معبود (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کی دعوت دیدی؟

توحیدِ ربوبیت کا عقیدہ تو وہ فطری عقیدہ ہے جو ایک چیونٹی کے علم میں تھا، رسول اللہ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کے دور کی چیونٹی کا ذکر فرمایا ہے، جو اپنی پشت کے بل لیٹی ہوئی، اپنے ہاتھوں پاؤں کو آسمان کی طرف دراز کیے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے التجائیں کر رہی تھی:

(اللھم انا خلق من خلقك وليس بنا غنى عن سقياك)[2]

اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور ہمیں بھی پانی کی ضرورت ہے (لہذا ہمیں پانی عطا فرما دے)

مقامِ غور ہے کہ چیونٹی نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کا وسیلہ پیش کیا، جو کہ توحیدِ ربوبیت کی معرفت کا پہلا نکتہ ہے، اس وسیلہ سے دعا کس قدر تیزی کے ساتھ شرفِ استجابت وقبولیت حاصل کر لیتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فوراً فرمایا:

[1] ص:۵

[2] مصنف ابن ابی شیبۃ، الرقم: ۳۰۱۰۳

(إرجعوا فقد سقيتم بدعوة غيركم)[1]

اے لشکر والو! جلدی لوٹ چلو، ایک دوسری مخلوق (چیونٹی) کی دعا قبول ہو چکی ہے اور اس کی دعا کی بدولت تم بھی سیراب کر دیئے جاؤ گے۔

جن لوگوں کے عقیدۂ توحیدِ ربوبیت میں دراڑ ہے وہ تو اس چیونٹی سے بھی گئے گذرے ہیں، مشرکین مکہ سے اگر ان کا تقابل کیا جائے تو یہ کس صف میں کھڑے دکھائی دیں گے؟

معرفتِ توحید ربوبیت کے ثمرات ونتائج

توحیدِ ربوبیت کی معرفت کے بہت سے ثمرات ونتائج ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ علیا سے تعلق جڑ جاتا ہے، درج ذیل اسماء وصفات کا تعلق توحیدِ ربوبیت ہی سے ہے:

(الرحمن، الرحيم، الرزاق، الخالق، الخلاق، الملك، المليك، القوى، المتين، المحيط، المقيط، الحفيظ، الغني، الكريم، الحميد، المجيد، القادر، القدير، المقتدر، الحسيب، الكافي، الشافي، الغالب، النصير، العزيز، الجبار، القاهر، القهار، الوارث، المحسن، الديان، المقدم، المؤخر، المعطي، المانع، النافع، الضار، الجواد، النافع) وغیرہ وغیرہ۔

توحیدِ ربوبیت کی صحیح معرفت کیلئے مندرجہ بالا اسماء وصفات کی معرفت ایک لازمی امر ہے۔

② اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی محبت دل میں اجاگر ہوگی اور بندہ ان صفات کو اپنے اندر

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ، الرقم: ۳۰۱۰۳

پیدا کرنے کی کوشش کرے گا جو عظیم صلہ اور اجر وثواب کا باعث ہوگا۔ مثلاً صفت الرحمن کی محبت کی وجہ سے بندہ کے اندر رحمت کے جذبات پیدا ہونگے جس کا اجر حدیث میں وارد ہے:

((ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء))[1]

تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ دوسری حدیث میں ہے:

((إن اللہ رفیق یحب الرفق))[2]

اللہ تعالیٰ سراپا نرمی ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔

((ان اللہ جمیل یحب الجمال))[3]

اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

③ توحیدِ ربوبیت پر ایمان جتنا قوی ہوگا، اتنا ہی تقدیر پر ایمان قوی ہوتا جائے گا؛ کیونکہ توحیدِ ربوبیت کو ماننے کا معنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تمام فیصلوں کو ماننے سے حاصل ہوگا۔

④ توحیدِ ربوبیت پر قوی ایمان، رزقِ حلال کے حصول کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ جب پوری قوت اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خالق اور رازق ہونے پر ایمان ہے تو پھر حرام کا قصد چہ معنی دارد؟

⑤ توحیدِ ربوبیت پر پختہ ایمان، دعا کی قبولیت کا انتہائی قوی وسیلہ ہے، جیسا کہ چیونٹی

---

[1] ترمذی، الرقم: ۱۹۲۴

[2] ابوداؤد، الرقم: ۴۸۰۹

[3] مسلم، الرقم: ۲۷۵

کا واقعہ گذرا۔

⑥ توحیدِ ربوبیت کی معرفت، مکمل عقیدۂ توحید کے فہم کی اساس ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کا آغاز توحیدِ ربوبیت سے ہوا [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ] اور اختتام بھی اسی توحید پر ہوا [قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ] بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے الٰہ اور معبودِ حق ہونے کے جو دلائل ذکر فرمائے ہیں، ان میں سرِ فہرست توحیدِ ربوبیت ہے، چنانچہ فرمایا: [يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ][1]

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے تمام لوگوں کو پیدا کیا، تا کہ تم بچ سکو۔ (یعنی جہنم کی آگ سے)''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور اس حکم کی دلیل یہ بتلائی ہے کہ میں تمہارا اور تمہارے آباء واجداد کا خالق ہوں۔ دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقصدِ تخلیق کا ذکر فرمایا ہے، جو کہ اُس کی عبادت ہے، اور اس کی وجہ بھی یہی بتلائی کہ وہ ذات تمہاری خالق ہے، چنانچہ فرمایا: [وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ][2]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ معبودِ حق ہونے کیلئے خالق ہونا ضروری ہے، جس ذات میں خالق ہونے کی صلاحیت نہیں اس میں معبودِ حق ہونے کی صلاحیت یکسر معدوم ہوگی اور وہ تمام تر دعاوی کے باوجود جھوٹے اور باطل معبود قرار پائیں گے، اسی نکتہ کو واضح کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک دعویٰ اور اس کے بعد ایک استفسار اکٹھا ذکر فرمایا ہے:

---

[1] البقرہ: ۲۱

[2] الذاریات: ۵۶

[هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ][1]

یعنی: یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی خلق ہے، پس مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے جو اس کے سوا (پکارے جاتے) ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ (حم السجدۃ) میں ایک مقام پر یہی مسئلہ قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرمان :[اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا][2] میں توحیدِ ربوبیت کا ذکر فرمایا اور اس پر استقامت کے فضائل بیان فرمائے اور چند آیات کے بعد ارشاد فرمایا:[وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ][3]

"اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج اور چاند ہیں، پس مت سجدہ کرو سورج یا چاند کو اور سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو جو کہ ان کا خالق ہے، اگر تم خالص اسی کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔"

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا رد ہے جو سورج یا چاند کی پوجا کرتے ہیں اور وجہِ تردید یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور مخلوق معبود ہو ہی نہیں سکتی، معبودِ حق وہی ذات ہو سکتی ہے جو خالق ہو، اسی لئے فرمایا:[وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ] کہ تم سجدہ کرو اس اللہ کو جو ان کا خالق ہے، گویا خالق ہی عبادت کے لائق ہوتا ہے اور اس پوری کائناتِ علوی یا سفلی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں۔

[1] لقمان:۱۱
[2] فصلت:۳۰
[3] فصلت:۳۷

[اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ][1]

"اللہ تعالیٰ ہی ہر شئ کا خالق ہے اور وہ ہر شئ پر کارساز ہے۔"

نیز فرمایا:[ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ][2]

"یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ حق نہیں ہے، وہ (چونکہ) ہر شئ کا خالق ہے لہذا صرف اسی کی عبادت کرو۔"

ایک غلطی کی نشاندہی

ایک غلطی کی نشاندہی ضروری ہے، کلمہ (لا الہ الا اللہ) توحیدِ الوہیت ہے جبکہ ہمارے ملک کی ایک بڑی جماعت اسے توحیدِ ربوبیت قرار دیتی ہے اور اس کا مفہوم یہ بتلاتی ہے کہ ایک اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کا یقین۔ یہ (لا الہ الا اللہ) کا معنی نہیں ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں کی توحید کا محور ربوبیت کی حد تک ہے، جبکہ توحیدِ الوہیت میں کافی حد تک غفلت اور انتشار کا شکار ہیں۔ (لا الہ الا اللہ) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ حق نہیں ہے، اس سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا تصور پیدا ہوتا ہے، نیز طریقہ عبادت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی مکمل فرمانبرداری کا تصور اجاگر ہوتا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

[1] الزمر:۶۲
[2] الانعام:۱۰۲

توحیدِ اسماء وصفات

توحید کی یہ قسم جس قدر عظمت وتقدس اور ضرورت واہمیت کی حامل ومتقاضی ہے، اسی قدر ہماری غفلت اور بے توجہی کا شکار ہے۔۔۔کہیں تو اس موضوع پر سرے سے اہتمام ہی مفقود ومتروک ہو چلا ہے اور کہیں اہتمام موجود ہے تو وہ متکلمین اور فلاسفہ کی بیمار سوچ کا عکاس وآئینہ دار ہے۔ وہ منہج تقریباً ناپید ہوتا جارہا ہے جس پر خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی تھی اور جس پر آج تک ان کے اَتباع قائم ومستمر ہیں۔

میں اس عجالہ میں توحید اسماء وصفات کے حوالے سے نہایت اختصار کے ساتھ چند بنیادی قواعد بیان کرنے کی کوشش کروں گا، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب اور ان کے تابعین باحسان کے منہج پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں توحید کی صحیح معرفت عطا فرمائے اور اسی توحید پر ہمارا خاتمہ فرمائے؛ کیونکہ معرفتِ توحید پر خاتمہ ہی مدارِ نجات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: **(من مات وهو يعلم أنه لا إله إلا الله دخل الجنة)**

جس شخص کی موت اس طرح آئے کہ اسے (دل کی گہرائیوں) سے (لا اله الا الله) کا صحیح علم ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔[1]

پہلا قاعدہ

پہلا قاعدہ یہ ہے کہ یہ ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ثابت ہیں اور وہ

[1] رواہ مسلم

سب کے سب بابرکت، اچھے اور پیارے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: [وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠] [1]

''اور اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں تو اس کو انہیں ناموں سے پکارو۔''

قال اللہ تعالیٰ: [قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ] [2]

''اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ تم (اللہ تعالیٰ کو) اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو، اس کے تو سب نام اچھے ہیں۔''

قال تعالیٰ: [اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۝] [3]

''اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔''

ان آیات سے اللہ تعالیٰ کے ناموں کے موجود اور ثابت ہونے کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ اس پہ ایمان لے آیئے۔

دوسرا قاعدہ

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام صرف وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادیئے، یا اس کے رسول محمد ﷺ نے واضح فرمادیئے، اس پر اضافہ کی نہ تو گنجائش ہے نہ ہم اس بارے میں سوچ سکتے ہیں، اور نہ ہی ہمارے پاس کوئی علم ہے۔

[1] الاعراف:۱۸۰

[2] الاسراء:۱۱۰

[3] طٰہ:۸

[ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ] [1]

''کیاتم زیادہ جانتے ہو یااللہ؟''

اور جہاں تک اللہ کے رسول ﷺ کے بیان کاتعلق ہے توان کی توشان یہی ہے کہ وہ شرعی امور میں وحی الٰہی کے بغیر گفتگو ہی نہیں فرماتے:

[وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝] [2]

''اور نہ اپنے دل کی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ ان کی توہر بات وحی ہے جوان کی طرف اتاری جاتی ہے۔''

اس قاعدہ کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات توقیفی ہیں، توقیفی امور وہ ہوتے ہیں جو بندے کی عقل سے ماوراء ہوں، اور جن کا اثبات اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن وحدیث کے بغیر ممکن ہی نہ ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا اثبات قرآن وحدیث کی دلیل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝] [3]

''جس بات کی آپ کوخبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت لگیں۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔''

نیز فرمایا: [قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ

---

[1] البقرۃ:۱۴۰

[2] النجم:۴،۳

[3] الاسراء:۳۶

وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝] [1]

''آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگادو جس کو تم جانتے نہیں۔''

لہٰذا ناموں کے تعلق سے بھی بلاعلم، اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی نام منسوب نہ کیا جائے، اور نہ ہی کسی ثابت شدہ نام کا انکار کیا جائے، ورنہ یہ بمطابق نصِ قرآنی ظلم قرار پائے گا۔

تیسرا قاعدہ

ایک حدیث کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے ناموں کا مجموعہ (۹۹) نام وارد ہے:

(عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ إن للہ تسعۃ وتسعین اسماً مائۃ الا واحدا من احصاھا دخل الجنۃ إنہ وتر یحب الوتر)

ترجمہ: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سو، جو انہیں کما حقہ پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ بے شک وہ وتر (ایک) ہے اور وتر یعنی (طاق عدد) کو پسند کرتا ہے۔ [2]

چوتھا قاعدہ

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات محض ننانوے (۹۹) کے عدد پر محصور

---

[1] الاعراف:۳۳

[2] صحیح البخاری، کتاب الدعوات، رقم: ۶۴۱/ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۶۷۰۹

نہیں۔ان ننانوے(۹۹) ناموں کے علاوہ بھی اس کے نام ہیں جو ہمیں بتائے نہیں گئے۔

اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے:

(أسألك بكل اسم هولك سميت به نفسك أو أنزلته في كتابك أو علمته أحدا من خلقك أو استأثرت به في علم الغيب عندك)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر نام کے واسطے سے دعا کرتا ہوں وہ نام جو تو نے اپنی ذات کے رکھے، یا وہ نام جو تو نے اپنی کتاب میں اتارے، یا وہ نام جو تو نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو سکھا دیئے، یا وہ نام جو تو نے اب تک اپنے خزانہ غیب میں محفوظ فرما رکھے ہیں۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب (الاسماء وصفات) میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک دعا ذکر کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ ان کی یہ دعا اللہ کے نبی ﷺ نے بھی سنی:

(اللهم إني اسئلك بجميع أسماءك الحسنى ما علمنا منها وما لم نعلم...)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے تمام ناموں جو سب پیارے ہیں، کے واسطے سے سوال کرتی ہوں، جن ناموں کو ہم جانتے ہیں (ان کے واسطے سے بھی) اور جن ناموں کو ہم نہیں جانتے (ان کے واسطے سے بھی)[2]

علماء کرام نے کتاب وسنت میں وارد، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ جمع فرمائے ہیں، جو (۱۰۰) سے متجاوز ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسماء حسنیٰ (۹۹) کے عدد میں محصور نہیں ہیں، ان کے علاوہ بھی نام موجود ہیں، البتہ حدیث میں (۹۹) کے عدد کا حصر اپنے اطلاق پر

[1] احمد: ۳۹۴/۱۔صحیح ابن حبان، الرقم: ۲۳۷۲، مستدرک حاکم ۵۱۹/۱

[2] الدر المنثور ۱۴۹/۳، الأسماء وصفات للبیہقی: ۷، سنن ابن ماجہ، الرقم: ۳۸۵۹

نہیں ہے، بلکہ اس بات کے ساتھ مقید ہے کہ جو ان (۹۹) ناموں کا احصاء کرتا رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، گویا نام اور بھی ہیں لیکن جنت کی بشارت ان میں سے (۹۹) ناموں کے احصاء سے حاصل ہوسکتی ہے، الغرض ہمیں کتاب وسنت سے ثابت شدہ حقیقت سے تجاوز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

(لا يوصف الله إلا بما وصف به نفسه أو وصفه به رسوله لا يتجاوز القرآن والحديث)

یعنی: اللہ تعالیٰ کی صرف وہی صفات بیان کی جائیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بیان کردی ہیں اور اس سلسلہ میں قرآن وحدیث سے بالکل بھی تجاوز نہ کیا جائے۔[1]

چنانچہ قرآن وحدیث میں جو کچھ وارد ہے اسے قبول کرلیا جائے اور زیادہ بحث وتعمق سے گریز کیا جائے۔ شیخ محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(اعلم أن كثرة الخوض والتعمق في البحث في آيات الصفات وكثرة الاسئلة في ذلك الموضوع من البدع التي يكرهها السلف)

بخوبی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل آیاتِ کریمہ میں زیادہ غور وخوض کرنا اور گہرائی میں جانے کی کوشش کرنا اور اس موضوع پر خوب سوال وجواب کرنا من جملہ ان بدعات کے ہے جسے سلف صالحین سخت ناپسند کرتے تھے۔[2]

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت طیبہ کا ایک روشن پہلو جس نے انہیں دیگر طبقات سے

[1] شرح العقیدہ الواسطیۃ، ص: ۲۰

[2] منہج ودراسات آیات الاسماء والصفات، ص: ۹

منفرد وممتاز کردیا یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں کبھی گہرائی میں جانے کی کوشش نہیں کی۔جس قدر اللہ کے نبی ﷺ نے بتلادیا اسے تسلیم کرلیا اور قیل وقال اور بلا مقصد اور بلا ضرورت مناقشہ اور خصومت وجدال سے یکسر گریز کیا اس لئے نہیں کہ وہ جہل یا کوتاہیٔ علم کا شکار تھے بلکہ اس لئے کہ ان کا تقویٰ، ورع اور خالص تعلق باللہ نیز ایمان وایقان اسی امر کا متقاضی تھا۔

اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ کے سلسلہ میں سب سے اہم قاعدہ یہ (سوال) ہے کہ ان پر ایمان لانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کے متعلق اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبان سے جو کچھ بیان کردیا ہے اسے قبول وتسلیم کرلیا جائے،اور اسی کو آگے بیان کیا جائے۔

✧بلا تحریف

✧بلا تعطیل

✧بلا تکییف

✧بلا تمثیل

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو بلاتحریف قبول کیا جائے۔تحریف سے مراد:نص یا دلیل میں اپنی خواہش کے مطابق تبدیلی کرنا۔
یہ عمل انتہائی مذموم ہے اور باری تعالیٰ کی صفات میں تحریف جیسا قبیح اور مذموم فعل قطعی ناجائز ہے۔

[وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۸۰][1]

’’اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی‘‘

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو بلاتعطیل قبول کیا جائے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں کسی اسم یا صفت کا انکار نہ کیا جائے۔چنانچہ نہ تو جہمیہ کی روش پر چلا جائے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا انکار کردیا اور نہ ہی اشاعرہ کی روش پر چلا جائے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صرف سات صفات کو بلاتاویل مانا اور بقیہ تمام اسماء وصفات میں من مانی تاویلوں کی روش اختیار کرتے ہوئے ان کے حقائق کو مسخ کرکے رکھ دیا، یہ بھی ایک طرح کا انکار ہے، امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اسماء وصفات میں تاویل کا منہج تعطیل سے بدتر ہے۔

چنانچہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو بلاتکییف مانا جائے یعنی اس طرح مانا جائے کہ ان کی کیفیت نہ تو ہم جانتے ہیں نہ بیان کرسکتے ہیں بلکہ کیفیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے،جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے صفتِ ’’استواء علی العرش‘‘ کے بارے میں فرمایا تھا:(والکیف مجھول) یعنی:اللہ تعالیٰ کے استواء کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، بلکہ کیفیت کا سوال بھی بدعت ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کو بلاتمثیل اور بلاتشبیہ ماننا ضروری ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا انسان کے سننے اور دیکھنے کی طرح ہے۔اس کی تمام صفات کمال

[1] الاعراف:۱۸۰

ہیں، نقص سے پاک ہیں اور بالکل ویسی ہی ہیں جیسی اس ذات کے لائق ہیں۔

خلاصۂ کلام

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر صحیح ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بلاتعطیل، بلاتحریف، بلاتکییف اور بلاتشبیہ ہو نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار، یا کسی صفت کی لفظی یا معنوی تحریف یا کسی صفت کی اپنی خواہش وہویٰ کی بنیاد پر تاویل یا کسی صفت کی کیفیت بیان کرنا یا کسی صفت کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا یہ سب حرام ہے اور بعض امور تو کفر یا شرک بن جاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من الکفر والشرك واتباع الھوی۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کے سلسلہ میں ایک اور تقسیم قابل غور ہے تاکہ اسماء باری تعالیٰ پر ایمان لانے کی معنویت مزید واضح ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ نام لازم ہیں اور کچھ متعدی ہیں۔

پہلے لازم اور متعدی کا معنی سمجھ لیجئے۔ لازم وہ چیز کہلاتی ہے جو ایک شخصیت تک محدود ہے اور متعدی وہ چیز ہے جس کا اثر ایک شخصیت سے دوسری شخصیت تک پہنچ جائے۔

لازم کی مثال:

زید نے کھانا کھایا... کھانا کھانا زید تک محدود ہے۔

متعدی کی مثال:

زید نے خالد کو مارا... یہاں مارنے کا عمل مذکور ہے جو زید کی طرف سے خالد تک پہنچا۔

اللہ تعالیٰ کے جو اسماء لازم ہیں مثلاً الحی (زندہ) العظیم (بڑا، عظمت والا) ان پر

ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان اسماء کو مانا جائے اور ان میں موجود صفت الحیاۃ اور العظمۃ کو بھی مانا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے متعدی اسماء جیسے الرحمن (رحم کرنے والا) الرزاق (بہت رزق دینے والا) پر ایمان لانے کے تین مراحل ہیں:

۱۔ ان اسماء کو مانا جائے۔

۲۔ ان اسماء کے اندر جو صفت ہے یعنی رحمت اور رزاقیت، اسے بھی قبول کیا جائے۔

۳۔ ان اسماء کے اثر کا مخلوقات تک پہنچنا بھی قبول کیا جائے۔ چنانچہ صفت رحمن یا رحیم میں جو رحمت پنہاں ہے اس کا اثر بندوں تک پہنچتا ہے۔ صفت رزاق میں جو رزاقیت کا وصف پنہاں ہے اس کا اثر بندوں تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ تمام بندے رحمت اور رزق سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

دوسری تقسیم

اللہ تعالیٰ کی صفات کی ایک اور تقسیم بھی پیش خدمت ہے: ثبوتی اور سلبی۔ ثبوتی وہ صفات ہیں جو اللہ کے لئے ثابت ہیں، مثلاً:

[وھو السمیع البصیر]

[اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم...]

چنانچہ السمیع، البصیر، الحی، القیوم، یہ سب وہ صفات ہیں جو اس ذات باری تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں، ان پر ایمان لانے کا طریقہ گزشتہ صفحات میں بڑی تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان صفات ثبوتیہ کو قبول کیا جائے، ان میں کسی تبدیلی، تاویل، تشبیہ یا تعطیل سے یکسر گریز کیا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ تمام صفاتِ کمال

ہیں، ہر قسم کے نقص سے منزہ اور مبرا ہیں اور جیسی اس ذات قادر مطلق کے شایانِ شان ہیں بالکل ویسی ہی ہیں۔

سلبی صفات سے مراد، وہ صفات جو کسی نقص یا عیب پر قائم ہوں، ایسی صفات کی اللہ تعالیٰ سے نفی ضروری ہے، جیسے: صفتِ ظلم، یہ ایک مذموم صفت ہے، تبھی اللہ تعالیٰ سے منتفی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:]ولا یظلم ربك أحدا[[1] ''اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''[1]

یہاں اللہ تعالیٰ سے ظلم کی نفی ہے۔ یہ سلبی صفت ہے اس پر ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کی اللہ تعالیٰ سے نفی کی گئی ہو اسے من وعن قبول کرلیا جائے اور اس نفی کی ضد کو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کیا جائے۔

چنانچہ آیت مذکور میں ظلم کی نفی ہے، اسے مانا جائے اور ظلم کی ضد عدل کو اللہ تعالیٰ کے لئے بکمالہ ثابت کیا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ عدل فرمانے والا ہے۔ اسی طرح صفات سلبیہ پر ایمان بھی پورا ہوجائے گا۔

تیسری تقسیم:

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں کچھ تو ذاتی ہیں اور کچھ فعلی۔

ذاتی صفات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ لازم ہیں اور ہمیشہ قائم ہیں اور کبھی جدا نہیں ہوتے، مثلاً: الحی (زندہ) العلیم (علم رکھنے والا) السمیع (سننے والا) البصیر (دیکھنے والا) القوی (طاقت والا، قوت والا) العزیز (غلبہ والا)

[1] الکہف: ۴۹

دوسری قسم صفاتِ فعلیہ کی ہے، جن کا صدور اللہ تعالیٰ کی مشیئت وارادہ سے ہوتا ہے، مثلاً: الخالق (پیدا کرنے والا) الرزاق (روزی دینے والا) التواب (توبہ قبول کرنے والا) الغفور (بخشنے والا) الرحیم (رحم کرنے والا)

یہ تمام صفات، صفاتِ فعلیہ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ لازم تو نہیں، لیکن اس کی وہ قدیم صفات شمار ہوتی ہیں جن کا اظہار اور صدور اس کی مشیئت سے منسلک ہے۔

اسماء وصفات میں الحاد

اسماء وصفات کے حوالے سے قرآن نے ایک رہنمائی یہ بھی دی ہے:

[وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ][1]

''اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔''

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے جو اسماء وصفات میں الحاد یعنی کج روی کے مرتکب ہیں، ضروری ہے کہ انہیں پہچانا جائے تاکہ انہیں چھوڑ دینا ممکن ہوسکے۔

ان میں ایک گروہ تو جہمیہ کا ہے، جو جہم بن صفوان کے پیروکار تھے، جہم بن صفوان نے الحاد پر مبنی یہ شبہات، جعد بن درہم سے حاصل کئے، جس کا سلسلہ سند لبید بن أعصم یہودی سے جاملتا ہے، جس ملعون نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا۔

اسماء وصفات کے تعلق سے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ

[1] الاعراف: ۱۸۰

الفاظ (مثلاً: رحمٰن، رحیم، سمیع، بصیر) تک کونہیں مانتے۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسماء وصفات کے حوالے سے، کتاب وسنت سے ثابت تمام الفاظ پر ایمان لائیں، تاکہ جہمیہ کا رد ہوسکے اور بمطابق نصِ قرآنی، انہیں چھوڑ ناممکن ہوسکے۔

دوسرا الحاد کرنے والا گروہ معتزلہ کا ہے، جو اسماء وصفات پر مبنی الفاظ کو تو مانتے ہیں، لیکن انہیں صفات سے خالی قرار دیتے ہیں، واضح ہو کہ ہر نام کا معنی درحقیقت صفتِ باری تعالیٰ ہے، مثلاً: رحمٰن اس کا نام ہے اور رحم فرمانا جوکہ رحمٰن کا معنی ہے، اس کی صفت ہے۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسماء وصفات پر مبنی تمام الفاظ پر ایمان لائیں اور ہر لفظ کے معنی پر بھی، تاکہ معتزلہ کا ردممکن ہوسکے اور بمطابق نصِ قرآنی انہیں چھوڑنا اور ان سے بری ہوناممکن ہوسکے۔

تیسرا ملحد گروہ مشبہ کا ہے، جو اگرچہ اسماء وصفات پر مبنی تمام ثابت شدہ الفاظ کو مانتے ہیں، ان کے معانی کو بھی مانتے ہیں، مگر تمام صفات میں مخلوقات کے ساتھ تشبیہ کے قائل ہیں۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو مخلوقات کی تشبیہ سے منزہ اور مبرا مانیں، تاکہ مشبہ کا رد ہوسکے اور بمطابق نصِ قرآنی انہیں چھوڑ ناممکن ہوسکے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:: [لیس کمثلہ شئ]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔''

چوتھا گروہ جو اسماء وصفات میں الحاد کا شکار ہوا، متأولین کا ہے، مثلاً اشاعرہ، ماتریدیہ وغیرہ۔

ان لوگوں نے بزعمِ خویش اللہ تعالیٰ کے بیشتر ناموں اور صفات میں تشبیہ کا محذور پیدا کیا اور پھر اسے زائل کرنے کیلئے تاویلات کا سہارا لیا، جس سے اللہ رب العزت کے اسماء وصفات کی روح تک ختم ہوگئی اور حقائق بری طرح مسخ ہوگئے، مثلاً: صفتِ (الید) جس کا ظاہری معنی: ہاتھ ہے، متأولین نے خود بخود یہاں تشبیہ کا محذور کھڑا کرکے، اس صفت میں تاویل کرڈالی، یعنی: یہاں (الید) سے مراد قدرت وقوت ہے۔

تاویل کی یہ روش، اس صفت کے انکار کو موجب ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مبنی تاویل سے یکسر گریز کریں، تاکہ ان کا رد ہوسکے اور بمطابق نصِ قرآن، انہیں چھوڑ ناممکن ہوسکے۔

اس سلسلے میں ضروری ہے کہ چونکہ یہ قرآن، عربی زبان میں اتارا گیا، لہذا ہر لفظ کا جو پہلا متداول اور معروف معنی ہے وہی مراد لیا جائے۔ اور کسی شرعی قرینہ کے بغیر تاویل کا قصد نہ کیا جائے۔

اسماء وصفات میں الحاد کی ایک اور صورت

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ثابت شدہ نام یا صفات کسی مخلوق کو دینا بھی الحاد کی ایک شکل ہے، مثلاً: قاضی القضاۃ، ملک الملوک، حاکم الحکام وغیرہ

مخلوق کیلئے اس قسم کے القاب کے استعمال سے اجتناب، حفاظتِ توحید بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں حسنِ ادب کا مظاہرہ بھی، نیز اسماء وصفات میں الحاد سے بچاؤ بھی۔

صحیح بخاری ومسلم میں رسول اللہ ﷺ کی بروایت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث مذکور ہے: (إن أخنع إسم عند الله رجل تسمى ملك الأملاك)

یعنی: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی شخص کا سب سے برا نام :ملك الأملاك یاملك الملوك ہے (یعنی: بادشاہوں کا بادشاہ۔) یہ وصف تو اللہ رب العزت کا ہے، اسی لئے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے:

(لا مالك إلا الله) یعنی: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مالک نہیں۔[1]

ابوشریح رضی اللہ عنہ کی کنیت، پہلے ابوالحکم ہوا کرتی تھی، رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (إن الله هو الحكم وإليه الحكم) حَکَم تو اللہ تعالیٰ ہے، اور حکم یعنی فیصلوں کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔

ابوشریح نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری قوم جب کسی اختلاف کا شکار ہوتی ہے تو مجھ سے فیصلہ طلب کرتی ہے، جو فیصلہ میں صادر کردوں اس پر فریقین راضی ہو جاتے ہیں، اس لئے مجھے ابوالحکم کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑی اچھی بات ہے، کیا تمہاری اولاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا: دو بیٹے ہیں: ایک شریح، دوسرا مسلم، رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا: ان میں بڑا کون ہے؟ عرض کیا: شریح، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج سے تم ابوشریح ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا اس کی کنیت کو تبدیل کرنا، اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کے تعلق سے حسنِ ادب کا تقاضا پورا کرنے کے مترادف ہے، تا کہ کسی وقت بھی کسی کیلئے الحاد کی کوئی شکل پیدا نہ ہو سکے۔

آج کے دور میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے تعلق سے الحاد اختیار کرنے کی مزید کچھ صورتیں پیدا ہو چکی ہیں:

[1] صحیح بخاری: ۵۸۵۳، صحیح مسلم: ۲۱۴۳

مثلاً: اللہ تعالیٰ کے ہر نام کے خصائص پیدا کر کے، نیز کسی بھی بیماری کے علاج کیلئے کسی مخصوص نام کا تعین کر کے، ان مقاصد کیلئے خاص نام کا استعمال۔

یہ روش ناجائز ہے؛ کیونکہ بدعت ہے، نیز اس قسم کے امور سے لوگوں کو ان اذکار سے دور کیا جا رہا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت اور وارد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں کے تعلق سے ایک امرِ بدعت یہ بھی ہے کہ کسی بھی نام کی خطاطی کر کے، پس منظر میں اس نام کی معنویت ظاہر کی جائے اور پھر ایک کتبے کی شکل میں دیواروں وغیرہ کی زینت بنائی جائے۔

اگر اس سے مقصود حصولِ برکت ہے تو یہ تعویذ کے حکم میں ہے، جس سے شریعت نے سختی سے منع فرمایا ہے، اور اگر مقصود حصولِ زینت ہے تو واضح ہو کہ اسماء حسنیٰ ذکر و دعا کیلئے ہیں نہ کہ زیب و زینت اور ڈیکوریشن کیلئے۔ واللہ المستعان.

اسماء حسنیٰ کے تعلق سے اہم ترین نکتۂ توحید یہ ہے کہ عبدیت کے ساتھ نام رکھنے کی صورت میں، اللہ تعالیٰ کے ثابت ناموں کو اختیار کیا جائے، مثلاً: عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالخالق، عبدالرزاق، عبدالباری وغیرہ، ایسے ناموں کے حاملین کو صرف، رحمٰن صاحب یا خالق صاحب کہنا توحید کے منافی اور جنابِ الوہیت کے حسنِ ادب کے خلاف ہے، بلکہ بعض لوگ تو رحمن بھائی، یا خالق بھائی تک کہہ جاتے ہیں، جو بہت بڑا جرم ہے، کیا اللہ تعالیٰ کا بھائی ہے؟

اس تعلق سے الحاد کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ ناموں میں عبدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی جاتی ہے، مثلاً: عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ وغیرہ۔

علماء کرام اس قسم کے ناموں کے حرام ہونے پر متفق ہیں؛ کیونکہ ان کے معانی میں

سے کچھ معانی ایسے ہیں جو صراحتاً شرك فی الالوهية یا شرك فی الربوبية کو مستلزم ہیں۔

اسماء وصفات میں سوءِ ادب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایسے اوراق جن میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نام درج ہوتا ہے، کچرا گاہ میں پھینک دینا اور ان کے ادب کے تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھنا۔ (واللہ المستعان)

ہم نے عام فہم انداز سے صفات باری تعالیٰ پر ایمان لانے کی حقیقت واہمیت واضح کی ہے۔ تمام بھائیوں سے یہ گزارش کریں گے کہ توحید کی اس اہم قسم کا اہتمام فرمائیں۔ جب منہج صحیح ہوگا اور صفات کا فہم حاصل ہوگا تو عقیدے کی اصلاح تو لازماً ہو ہی جائے گی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ عبادات نیز اسماء وصفات کے ذریعے ذکر الٰہی اور دعا وغیرہ میں ایک روحانی لذت طمانینت اور حلاوت کا عجیب وخوش کن احساس ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب کے انبار اس خوشی پر مزید چار چاند لگا دیں گے۔

ایک مثال:

آیۃ الکرسی کی بہت فضیلت ہے۔ مسند احمد، ابوداؤد اور مستدرک حاکم کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن پاک کی سب سے بڑی آیت ہے چونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ آیت الکرسی کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کی تقدیس کرتی ہے۔"[1]

ربیع الجرشی رحمہ اللہ کی ایک حدیث میں اسے قرآن پاک کی سب سے افضل آیت قرار

[1] مسند احمد: ۵/۱۴۲-۱۴۱/صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ المسافرین، رقم: ۸۱۰

دیا گیا ہے۔[1]

جناب علی رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر ہے (اور اس قسم کے آثار حکماً مرفوع ہوتے ہیں) کہ میں ایسا کوئی عقل مند انسان نہیں جانتا جو رات کو سونے سے قبل آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں نہ پڑھتا ہو کیونکہ یہ دونوں عرش کے خزانوں میں سے ہیں۔[2]

اس قسم کا ایک قول ابوامامہ الباہلی سے بھی مروی ہے۔[3]

پھر رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث جو ابوھریرہ، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہیں، سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح وشام اس آیت کو پڑھنے والے شخص سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور کوئی مذکر یا مونث جن قریب نہیں بھٹکتا اور صبح کو پڑھنے والے شخص پر شام تک اور رات کو پڑھنے والے شخص پر صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

نیز ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان منقول ہے:

"جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا رہے گا اس کے جنت میں داخلے پر موت کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں۔"[4]

اب اس آیت کی اس قدر فضیلت کے وجوہ ورموز اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیت الکرسی میں کم وبیش اللہ تعالیٰ کی بارہ صفات مذکور ہیں۔

[1] البغوی فی معجمه

[2] تفسیر ابن کثیر/مصنف ابن ابی شیبه

[3] مسند احمد وطبرانی

[4] عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم: ۱۲۱/سلسلة الاحادیث الصحیحة، رقم: ۹۷۲

دوسری مثال:

سورۃ الاخلاص[قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ] کی بڑی فضیلت وارد ہے۔مسند احمد وغیرہ میں معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دس بار[قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ] پڑھے گا،اللہ تعالیٰ اس کا ایک محل بنائے گا۔ایک صحابی نے پوچھا کہ اگر ہم دس بار سے زیادہ پڑھ لیں؟ تو فرمایا:اللہ تعالیٰ کی عطا بہت عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہے۔

ایک صحابی نے اپنی دعا میں سورۃ الاخلاص میں بیان شدہ صفات باری تعالیٰ کا واسطہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے کہ جس کے واسطہ سے جو دعا کی جائے اللہ قبول فرماتا ہے اور جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے۔[1]

ایک صحابی ہر نماز میں سورۃ الاخلاص ضرور پڑھتے تھے،رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے اس سورۃ سے محبت بہت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سورۃ کی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے۔[2]

صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں ایک اور شخص کا واقعہ مذکور ہے وہ بھی نماز کی ہر رکعت میں[قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ]ضرور پڑھتا تھا،جب نبی اکرم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا:اس سے پوچھو کہ ایسا کیوں کرتا ہے؟صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو اس نے جواب دیا: کیونکہ یہ رحمٰن کی صفت ہے اور مجھے اس کا پڑھنا بہت مزہ

[1] صحیح ابن حبان:۸/۳۵،رقم:۲۱۵۸

[2] سنن ترمذی،رقم:۲۹۰۱/صحیح ابن خزیمہ،رقم:۵۳۷

اور لطف دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:اسے بتادو کہ تم اللہ کے محبوب بن چکے۔[1]

مؤطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ نے ایک شخص کو سورہ[قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ] پڑھتے ہوئے سنا۔فرمایا:اس کے لئے جنت واجب ہوچکی ہے۔[2]

ایک اور شخص کو آپ ﷺ نے یہ سورۃ پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا:اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔[3]

ایک اور صحابی کے جنازہ میں جبریل علیہ السلام نے ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ شرکت فرمائی، رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس شخص کو اتنا اعزاز کیسے نصیب ہوا؟ فرمایا: یہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے اور سواری پر[قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ] پڑھتا رہتا تھا۔[4]

اس صحابی کا نام معاویہ بن معاویہ المزنی تھا۔

جبکہ بہت سی دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ [قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ] ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور جو اسے تین بار پڑھے گا،اسے پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے گا۔[5]

[1] صحیح بخاری،کتاب التوحید،رقم:۷۳۷۵/صحیح مسلم،کتاب صلاۃ المسافرین،رقم:۱۸۹۰

[2] صحیح ابن خزیمہ،رقم:۵۳۷

[3] سنن ابی داؤد،رقم:۲۸۷

[4] المعجم الکبیر للطبرانی

[5] صحیح مسلم،کتاب صلاۃ المسافرین،رقم:۱۸۸۸

اس سورۃ کے اس قدر فضائل کے رموز وحِکم تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر ایک بات بالکل واضح طور پر کہی جاسکتی ہے کہ یہ مختصر سی سورۃ اول تا آخر مکمل اور جامع توحید ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات مذکور ہیں۔

تیسری مثال:

عن انس بن مالك رضى الله عنه :أن النبى ﷺ سمع رجلا يقول: أللهم إنى اسئلك بأن لك الحمد، لاإله إلاأنت وحدك لاشريك لك، المنان بديع السماوات والأرض، ذو الجلال والإكرام. فقال النبى ﷺ لقد سألت الله باسمه الأعظم الذى إذا دعى به أجاب، وإذا سئل به أعطى.[1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: (أللهم إنى اسئلك بأن لك الحمد، لاإله إلاأنت وحدك لاشريك لك، المنان بديع السماوات والأرض، ذو الجلال والإكرام) تو فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے واسطہ سے سوال کیا ہے، اس نام کے واسطہ سے جب بھی دعا کی جائے گی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اور جب بھی سوال کیا جائے گا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

عن أبى أمامة رضى الله تعالىٰ عنه قال :قال رسول الله ﷺ :(اسم الله الأعظم الذى إذا دعى به أجاب فى ثلاث سور من القرآن :فى البقرة وآل عمران وطه)[2]

یعنی: ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسم

---

[1] مسند احمد ۱۵۸/۳، مستدرک حاکم ۵۰۳/۱، امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح اور شرطِ مسلم پر قرار دیا ہے۔

[2] سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۶، مستدرک حاکم ۵۰۶/۱

اعظم جس کے واسطے سے جب بھی دعا کی جائے گی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا، قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے: بقرہ، آل عمران اور طہ۔

عن بريدة رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمع النبى ﷺ رجلا يقول أللهم إنى أسئلك بأنى أشهد أنك أنت الله لاإله إلا أنت الأحد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد، فقال رسول الله ﷺ: لقد سأل الله باسمه الأعظم الذى إذا سئل به أعطى وإذا دعى به أجاب.[1]

بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: (أللهم إنى أسئلك بأنى أشهد أنك أنت الله لاإله إلا أنت الأحد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد) تو فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے واسطے سے دعا کی ہے، اس کے واسطے سے جب بھی سوال کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، اور جب بھی دعا کی جائے گی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

یہ چند مثالیں تشویقِ قارئین کیلئے پیش کی ہیں تا کہ واضح ہوجائے کہ صفات باری تعالیٰ پر مشتمل ذکر، کن کن فوائد کا باعث ہے اور کتنے اجر وثواب کا حامل ہے۔

چنانچہ جسے ان صفات کی معرفت حاصل ہو اور وہ پورے یقین وبصیرت کے ساتھ ان کا فہم رکھتا ہو اور اعتقاداً وعملاً ان پر قائم ہو تو اس کا یہ عقیدۂ توحید اس کی نجات کا باعث بن جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ سے ثابت بہت سے اذکار اس معنویت وفضیلت کا پیغام دیتے ہیں۔ صحیح بخاری کی آخری حدیث ہے:

---

[1] مسند احمد ۳۴۹/۵، ابوداؤد: ۱۴۹۲، جامع ترمذی: ۳۴۷۸

دو کلمے ہیں جو اللہ کو بڑے پسند ہیں، زبان پر بہت ہلکے، مگر قیامت کے دن میزان میں بہت بھاری ہوں گے:

(سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)[1]

اگر آپ غور کریں تو اس فضیلت کی بنیاد یہی ہے کہ یہ دو کلمے تمام صفات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔اس لئے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

جو شخص صبح وشام سو بار (سبحان اللہ وبحمدہ) پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔[2]

قارئین کرام! توحید اسماء وصفات کا کما حقہ اہتمام کیجئے، یہ کامل توحید کے فہم کی مفتاح ہے اور ہم جیسے معصیتوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے انسانوں کی مغفرت کا بہت بڑا سہارا ہے۔

اپنی توحید کا خود امتحان لیجئے!

آیئے کچھ لمحوں کیلئے گوشۂ تنہائی میں بیٹھیں اور اسماء وصفات کے تعلق سے، اپنی توحید کا خود جائزہ لیں، اپنی ایمان کی سلامتی کو خود پرکھیں؛ کیونکہ ایمان اور توحید کی سلامتی پر ہی ہماری اخروی نجات کا انحصار ہے، ذرا سا بگاڑ بھی مہلک اور ابدی جہنم کا موجب ثابت ہوسکتا ہے۔

ہم بطورِ مثال چند اسماء حسنیٰ پیش کرتے ہیں اور تمام قارئین کو دعوت دیتے ہیں کہ ان اسماء وصفات کے مقتضیٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اپنے عقیدوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ مطابق ہیں یا مخالف؟

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم:۷۵۶۳

[2] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم:۸۴۳

پہلا اسمِ مبارک: (اللہ، الالٰہ)

(اللہ) ذاتِ باری تعالیٰ کا سب سے بڑا علَم ہے، اس کا اصل (الالٰہ) ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے، یہ دونوں مبارک نام، معبود کے معنیٰ میں مستعمل ہیں، ان دونوں ناموں کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حق ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسم الجلالۃ (اللہ) کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (ذوالألوهية والعبودية على خلقه أجمعين)

یعنی: اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبودیت والا۔

الوہیت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، اور عبودیت کا تعلق بندوں سے ہے، جس کا معنی یہ ہوا کہ تمام بندے اپنی عبودیت کے وصف کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار واعتراف کریں، گویا ہر بندے کی عبودیت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر بندے کا الٰہ ہے۔

قرآن حکیم نے کس قدر حصر وتاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے (الٰہ) یعنی معبودِ حق ہونے کا بار بار ذکر فرمایا ہے، چنانچہ لفظِ (اللہ) یا (الٰہ) قرآن مجید میں دو ہزار دو سو سے زائد مرتبہ مذکور ہے، بعض علماء نے تو لفظِ (اللہ) ہی کو اسمِ اعظم قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے الٰہ یعنی معبودِ حق ہونے کا ذکر جس حصر وتاکید کے اسلوب سے بیان ہوا ہے اس کی تفصیل حقیقتِ توحید کے بیان میں گزر چکی، ہم افادہ واہمیت کے پیشِ نظر چند آیات کو دوبارہ دہرائے دیتے ہیں:

[وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝١٦٣][1]

---

[1] البقرۃ:۱۶۳

’’تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔‘‘

دوسرا مقام ملاحظہ ہو:

[وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾][1]

’’انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔‘‘

ایک اور مقام پر فرمایا:

[قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾][2]

’’کہہ دیجئے! میرے پاس تو صرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ بس تم سب کا معبود ایک ہی ہے، تو کیا تم بھی اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہو؟‘‘

یہ اور ان جیسی سینکڑوں آیاتِ مبارکہ اللہ تعالیٰ کی شانِ الوہیت کے انتہائی معطر ذکر پر مشتمل ہیں، اب ہمارے لئے لمحۂ فکر یہ اور مقامِ غور یہ ہے کہ ہم اپنے عقیدوں کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ ہم نے اس ذات کو (الٰہ) یعنی معبودِ حق مانا؟ کیا ہماری ہر قسم کی عبادت اس (الٰہ) یعنی معبودِ حق کیلئے مخصوص ہے؟ ہم نے کسی عبادت میں، کسی غیر اللہ کو شریک تو نہیں ٹھہرایا؟ کیا ہم قبروں، قبوں اور مزاروں پر سجدے تو نہیں کر رہے؟ ان کے اردگرد طواف تو نہیں کر رہے؟ غیر اللہ کے نام پر جانور تو ذبح نہیں کر رہے؟ غیر اللہ کو تو نہیں پکار رہے اور ان سے استمداد تو نہیں کر رہے؟ غیر اللہ سے استغاثہ یا استعاذہ تو نہیں کر رہے؟ غیر اللہ

[1] التوبۃ:۳۱

[2] الانبیاء:۱۰۸

کے نام کی نیاز تو نہیں نکال رہے؟ غیر اللہ کے نام سے نذریں تو نہیں مان رہے؟ غیر اللہ کی قسمیں تو نہیں کھا رہے؟ کسی درخت کو متبرک مان کر اس کی عبودیت میں تو گرفتار نہیں ہو چکے؟

اگر آپ کے عقیدہ وعمل میں مذکورہ امور ہیں یا کوئی ایک امر بھی ہے تو آپ نے اس ذاتِ برحق کو (اللہ) یا (الٰہ) مانا ہی نہیں؛ کیونکہ اسے (اللہ) یا (الٰہ) ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ مطلقاً ہر طرح کی عبادت اسی کیلئے ہے، کسی اور کیلئے نہیں، اور ہمارا معبودِ حق وہی ہے کوئی اور نہیں۔

دوسرا اسمِ مبارک: (الرب)

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان اسمِ مبارک ہے، اس کی اہمیت کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت بیشتر دعائیں (رَبَّنَا) سے شروع ہوتی ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ اسمِ مبارک قرآن مجید میں پانچ سو سے زیادہ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

(الرب) کا معنی: (ذوالربوبية على خلقه أجمعين خَلْقا ومِلْكا وتصرفا وتدبيرا)

یعنی: وہ ذات جس کی شانِ ربوبیت تمام مخلوق پر قائم ہے، خالق ہونے میں، مالک ہونے میں اور مدبر و متصرف ہونے میں۔

گویا اللہ تعالیٰ ہی رب ہے، یعنی: خالق، مالک اور مدبر ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں، یعنی: کوئی خالق یا مالک یا مدبر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ][1]

''آپ فرما دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ رب ہے ہر چیز کا...''

آیتِ کریمہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے تعلق سے، رکنِ نفی اور رکنِ اثبات دنوں پر قائم ہے، چنانچہ [قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا] رکنِ نفی ہے؛ کیونکہ یہ استفہام، استفہامِ انکاری ہے جو نفی کے معنی میں ہے، [وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ] رکنِ اثبات۔

اب اس عظیم القدر نام کو سامنے رکھیئے، نیز اس کے تقاضوں پر بھی غور وفکر کیجئے، اور پھر اپنے عقیدہ وعمل کا جائزہ لیجئے اور سوچیئے کہ آپ نے اس ذات کو رب مانا یا نہیں؟ اس کے علاوہ کسی کے خالق ہونے کا عقیدہ تو نہیں؟ اس کے علاوہ کسی کے مالک ہونے کا عقیدہ تو نہیں؟ اس کے علاوہ کسی کو اس کائنات میں تدبیر یا تصرف کرنے والا تو نہیں مانتے؟ کسی کو غوث یا غوث اعظم تو نہیں قرار دیتے؟ کسی کو قطب یا اپنے معنیٰ فاسد میں ابدال تو نہیں مانتے؟ کسی کو دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا، گنج بخش یا شفاء دینے والا تو نہیں مانتے؟ قبروں اور مزاروں پر اس نیت سے چادریں تو نہیں چڑھاتے، یا دیئے تو نہیں جلاتے کہ ہمارے اس عمل سے قبر والے خوش ہوں گے اور ہماری حاجتیں پوری کردیں گے؟

اگر یہ امور یا ان میں سے کوئی امر آپ کے عقیدہ یا عمل میں شامل ہیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ کو (الرب) مانا ہی نہیں؛ کیونکہ (الرب) ماننے کا تقاضا یہی ہے کہ وہی ذات پوری کائنات کی خالق اور مالک ہے، اور نظامِ کائنات میں بلاشرکتِ غیرے تدبیر فرما رہا ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں۔

[1] الانعام:۱۶۴

[اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ][1]

''یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بہت بابرکت ہے اللہ رب العالمین''

تیسرا اسمِ مبارک:(الوارث)

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان اسمِ مبارک ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات دائم اور باقی ہے، یعنی پوری مخلوق کیلئے فناء اور زوال ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے فناء اور زوال نہیں ہے، بلکہ وہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے، جب پوری خلق فناء کا شکار ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہے گی تو اللہ تعالیٰ ہی تمام املاک کا وارث ہوگا۔

یہ صفت کسی مخلوق میں پیدا ہو ہی نہیں سکتی؛ کیونکہ پوری مخلوق کیلئے فناء اور زوال ہے، اور زائل ہونے والی چیز وارث نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ][2]

''ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی (بالآخر) وارث ہیں (ہمارے علاوہ کوئی وارث نہیں)''

[وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ][3]

[1] الاعراف:۵۴
[2] الحجر:۲۳
[3] القصص:۵۸

''اور ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش وعشرت میں اترانے لگی تھیں، یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ کے وارث۔''

سیدنا زکریا علیہ السلام نے، اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا:

[رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾][1]

''اے میرے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ، تو سب سے بہتر وارث ہے۔''

واضح ہو کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: [وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾] اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: [وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٥٨﴾] میں حصر کا اسلوب ہے، جس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم ہی وارث ہیں، ہمارے علاوہ کوئی وارث نہیں۔

اب ذرا اپنے عقیدہ وعمل کا جائزہ لیجئے، کیا ہماری زبانوں پر یہ جملہ نہیں: اللہ نبی وارث؟ کیا ہم (علی وارث) کے دعوے دار تو نہیں اور یہ جملہ بکثرت اپنی گاڑیوں کے پیچھے تو نہیں لکھتے؟

اگر ایسا ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کو (الوارث) مانا ہی نہیں؛ کیونکہ اسے (الوارث) ماننے کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ وہی ذات وارث ہے، اس کے علاوہ کوئی وارث نہیں۔

جب ایک اسمِ مبارک کے تعلق سے عقیدہ میں بگاڑ آ گیا تو آپ کی ساری توحید ہی مختل ہوگئی، تمام اعمالِ صالحہ برباد ہوگئے اور نتیجۃً اخروی عذابِ الیم کی وعیدِ شدید کے مستحق قرار پاگئے۔ والعیاذ باللہ

---

[1] الانبیاء:۸۹

چوتھا اسمِ مبارک: (العلی، الأعلیٰ، المتعال)

یہ تمام مبارک نام اللہ تعالیٰ کے مطلقاً بلندی پر ہونے پر دال ہیں، آیۃ الکرسی جسے قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت ہونے کا شرف حاصل ہے، میں فرمایا: [وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿٢٥٥﴾][1]

''وہ تو بہت ہی بلند اور بہت بڑا ہے۔''

نیز فرمایا: [سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿١﴾][2]

''اپنے سب سے بلند رب کے نام کی پاکیزگی بیان کر۔''

نیز فرمایا: [عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾][3]

''ظاہر و پوشیدہ کا وہ عالم ہے (سب سے) بڑا اور (سب سے) بلند و بالا ہے۔''

یہ تمام نصوص اللہ تعالیٰ کے بلند و بالا ہونے پر دلالت کر رہے ہیں، وہ ذات تمام مخلوقات سے اوپر ہے، بلندی پر سب سے اونچی مخلوق، اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، اور اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

حافظ ابو نصر السجزی رحمہ اللہ (کتاب الإبانة) میں فرماتے ہیں:

ہمارے تمام ائمہ کرام، جیسے: سفیان ثوری، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ رحمہم اللہ متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش پر مستوی ہے، اور اس

---

[1] البقرة:۲۵۵

[2] الاعلیٰ:۱

[3] الرعد:۹

کا علم پوری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے۔[1]

ان اسماءِ حسنیٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے عقیدوں کا جائزہ لیجئے، کیا ہمارا اللہ تعالیٰ کے ان مبارک ناموں (العلي، الأعلیٰ، المتعال) اور ان سے حاصل ہونے والی صفتِ علو پر ایمان ہے؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر تو نہیں مانتے؛ کیونکہ حاضر ہونے کا معنیٰ: بذاتہ کہیں موجود ہونا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ بذاتہ اپنے عرش پر مستوی ہے اور بعلمہ وقدرتہ پوری مخلوق کو محیط ہے؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کو مخلوقات میں مختلط تو نہیں مانتے؟ صوفیہ حلولیہ کے عقیدہ کے مطابق اسے مخلوقات میں حلول اختیار کرنے والا تو نہیں مانتے؟ قائلینِ وحدت الوجود کے عقیدۂ فاسدہ کے مطابق، خالق اور مخلوق کا ایک وجود تو نہیں قرار دیتے؟

اگر ایسا ہے تو آپ نے اسماءِ حسنیٰ (العلي، الأعلیٰ، المتعال) کو مانا ہی نہیں، ان ناموں سے حاصل ہونے والی صفتِ (علو) کو تسلیم کیا ہی نہیں، یہ فاسد عقیدہ، توحید کا وہ اختلال ہے جو تمام اعمال کے اکارت جانے کا موجب ہے اور اخروی وعیدوں کا باعث بھی۔ (واللہ المستعان)

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

[1] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ۳/۲۲۲

توحیدِ الوہیت

توحیدِ ربوبیت کے مباحث میں واضح ہو چکا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی پوری کائنات کا خالق، مالک اور مدبر (تدبیر کرنے والا) ہے، اس کے علاوہ کوئی خالق، مالک یا مدبر نہیں ہو سکتا، کوئی نبی اور فرشتہ بھی نہیں۔

تو پھر اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے، یعنی اس کا رب ہونا، اس کے معبود ہونے کی دلیل ہے، گویا توحیدِ ربوبیت، توحیدِ الوہیت کو مستلزم ہے۔

قرآن مجید کا اصل موضوع، توحیدِ الوہیت ہی ہے، جہاں توحیدِ ربوبیت کا ذکر ہے تو وہ توحیدِ الوہیت کی تقریر و اثبات کیلئے ہے، رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا اصل محور و مدار بھی توحیدِ الوہیت تھا، مشرکینِ مکہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور اس کے رب ہونے کے منکر نہیں تھے، بلکہ معبودِ حقیقی ہونے کے منکر تھے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پہلی عام دعوت، توحیدِ الوہیت کے تعلق سے تھی، کیونکہ آپ ﷺ جس قوم سے مخاطب تھے وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے انکاری نہ تھے، لہذا اس کے موجود ہونے کو ثابت کرنے کی حاجت نہ تھی، بلکہ ضرورت اس امر کی تھی کہ جس شرک میں وہ مبتلا ہیں اس پر ضربِ کاری لگائی جائے اور اکیلے خالق ومالک کی عبادت کی دعوت دی جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر پہلی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

(أیها الناس قولوا لا إله إلا الله)

یعنی: اے لوگو! (لا اله الا الله) کہو۔ جس کا معنی یہ ہے کہ کوئی معبودِ حق نہیں، مگر اللہ تعالیٰ۔

اس تقریر سے ثابت ہوا کہ توحیدِ ربوبیت پر ایمان لانا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ

تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کو مان لینا، ایمان باللہ کیلئے کافی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اسی ذاتِ برحق کو معبود مانا جائے اور ہر قسم کی عبادت کا مستحق قرار دیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو رب ماننا کافی نہیں جب تک معبود نہ مانا جائے، اور معبود ماننا بھی کافی نہیں جب تک عملی طور پہ اسی کیلئے ہر طرح کی عبادت انجام نہ دی جائے، اور اس کیلئے ہمہ قسم کی عبادت انجام دینا بھی کافی نہیں جب تک اس کے سوا بنائے گئے تمام معبودوں جو کہ باطل ہیں کا انکار نہ کیا جائے۔

یہی (لا الہ الا اللہ) کی دلالت ہے اور منہجِ حیات ہے۔

یہ کلمہ، توحیدِ الوہیت کی اساس ہے، اور توحیدِ الوہیت اللہ تعالیٰ کیلئے ہر قسم کی عبادت کے خالص ہونے کی متقاضی ہے، چنانچہ تمام عبادات (نماز، روزہ، حج، قربانی، زکاۃ اور دعا وغیرہ) ظاہراً وباطناً اللہ رب العزت کیلئے مختص ہیں، ان میں سے کسی عبادت کا کچھ بھی حصہ کسی غیر اللہ کیلئے مقرر نہیں کیا جا سکتا، حتیٰ کہ کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی مرسل کے لئے بھی نہیں، دوسروں کا تو ذکر ہی کیا؟

توحید الوہیت کی ضرورت

ہم نے بتایا کہ قرآن پاک کا اصل موضوع، توحیدِ الوہیت ہے، سورۂ فاتحہ جو کہ ام الکتاب ہے اور جسے قرآن مجید کی پہلی سورت ہونے کا شرف حاصل ہے میں بڑی اہمیت کے ساتھ توحیدِ الوہیت کا ذکر ہوا ہے:

[إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝] [1]

[1] فاتحہ:4

''ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں (کسی اور کی نہیں) اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ (کسی اور سے نہیں)''

آیتِ مبارکہ میں حصر کا اسلوب، انتہائی قابلِ غور ہے، جو اس بات کا مظہر ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں۔

توحیدِ الوہیت کی اہمیت وضرورت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ قرآن پاک میں وارد پہلا حکم، توحیدِ الوہیت کے تعلق سے ہے:

[يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝] [1]

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جو تمہارا اور تم سے پہلے تمام لوگوں کا خالق ہے۔ تاکہ تم بچ سکو۔ (یعنی جہنم کی آگ سے)''

توحیدِ الوہیت کے تعلق سے چند مزید آیاتِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

[فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝] [2]

''پس تو اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ اور تیرا پروردگار تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔''

[فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝] [3]

''پس اگر یہ لوگ اعراض کریں تو کہہ دیجئے مجھے اللہ ہی کافی ہے۔ کوئی معبود برحق نہیں

[1] البقرۃ:21
[2] ھود:123
[3] التوبۃ:129

ہے مگر صرف وہی اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔"

[رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا] [1]

"آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے، پس تو اسی کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر جم جا۔ کیا تیرے علم میں اس کا ہم پلہ اور بھی ہے؟"

[عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ] [2]

"میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف انابت کرتا ہوں۔"

[وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا] [3]

"اور اس زندہ پر توکل کر جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب اور مکمل آگاہ ہے۔"

[وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ] [4]

"اور اپنے رب کی عبادت کر موت کے آنے تک۔"

واضح ہو کہ توحیدِ الوہیت دین کا اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے، انبیاء علیہم السلام کی پہلی اور آخری دعوت یہی ہے، کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ" کا اصل تقاضہ و مدعیٰ یہی توحیدِ الوہیت ہے، کیونکہ اِلٰہ درحقیقت وہ ذات ہے جو تمام تر محبت، خشیت، جلال اور تعظیم کے ساتھ معبود

[1] مریم:٦٥

[2] ہود:٨٨

[3] الفرقان:٥٨

[4] الحجر:٩٩

ہو، جو تمام انواعِ عبادات کا مستحق ہو۔ توحیدِ الوہیت ہی کی خاطر تمام مخلوقات کو پیدا کیا گیا، انبیاء و مرسلین مبعوث کئے گئے، اور مختلف کتبِ سماوی کا نزول عمل میں لایا گیا۔ توحید کی اس قسم نے مؤمنین و کفار کو جدا جدا اور متمیز کر دیا، اور اسی قسم نے نیک بخت اہلِ جنت، اور بد بخت اہلِ جہنم میں فرق اور تمیز پیدا کر دیا۔

قرآن مجید کا پہلا امر کیا ہے۔؟

قرآن مجید کا پہلا امر یہ ہے کہ لوگ معبودِ برحق کی عبادت کریں، اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے، اور ان کی پہلی دعوت یہی تھی کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ] [1]

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جو تمہارا اور تم سے پہلے تمام لوگوں کا خالق ہے۔ تا کہ تم بچ سکو۔ (یعنی جہنم کی آگ سے)"

تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی دعوت کیا تھی۔؟

سیدنا نوح علیہ السلام جو اول مرسل ہیں اور خاص طور پر شرک کے منظر عام پر آجانے کے بعد ان کی بعثت عمل میں آئی، اپنی قوم سے فرما رہے ہیں:

[يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ] [2]

یہی بات سیدنا ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمائی:

[1] البقرہ:٢١

[2] المؤمنون:٢٣

[اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ][1]

یہی بات سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمائی:

[اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ][2]

یہی بات سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمائی:

[اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ][3]

''اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

سیدنا ابراھیم علیہ السلام اپنی قوم سے فرمارہے ہیں:

[اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ][4]

''میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے بالکل یکطرفہ ہوکر۔اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

بہرحال ہر نبی کی اول وآخر یہی دعوت تھی۔قرآن مجید میں ہے کہ:

[وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ][5]

''اور آپ سے قبل ہم نے جس رسول کو مبعوث کیا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے

[1] الاعراف:۶۵

[2] ہود:۶۱

[3] الاعراف:۸۵

[4] الانعام:۷۹

[5] الانبیاء:۲۵

علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، پس صرف اور صرف میری ہی عبادت کرو۔''

[وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ][1]

''اور آپ سے قبل ہم نے جو اپنے رسول مبعوث فرمائے ان سب سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمن کے علاوہ بھی کوئی معبود مقرر کئے تھے جس کی پوجا کی جاتی ہو؟ (ہرگز نہیں۔)''

سوال: سابقہ انبیاء علیہم السلام سے یہ بات کیسے پوچھی جائے؟

جواب: قرآن مجید کے ذریعہ، کیونکہ قرآن مجید تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا ضامن ومحافظ ہے۔اور مذکورہ چند آیات میں انبیاءِ سابقین کی دعوت کا ذکر موجود ہے۔

خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی عمر بھر اسی دعوت کا پرچار کیا، چنانچہ (قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ) سے اس مقدس مشن کا آغاز کیا، اور ہر لمحہ وآن اس کا اعادہ فرماتے رہے۔ھرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ محمد ﷺ کی دعوت کیا ہے؟ ابوسفیان (جو خود اس وقت کافر تھا) نے جواب دیا، وہ کہتا ہے:

"اُعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ آبَاءُكُمْ"

یعنی ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور تمہارے آباؤ اجداد جو کچھ کہتے ہیں وہ سب چھوڑ دو۔''[2]

نبی ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا تھا: [تم اہل کتاب کی طرف جارہے ہو، انہیں سب سے پہلے یہ دعوت دینا کہ وہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ) کی سچی گواہی دیں]

[1] الزخرف:۴۵

[2] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی (۷) صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر (۱۷۷۳)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں کہ [وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مان لیں][1]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ توحید کا فہم ہر مکلف کا سب سے پہلا فریضہ ہے، یہی سب سے آخری فریضہ بھی ہے، توحید کے اقرار کے ساتھ ہی انسان دینِ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے، اور آخری سانس کے ساتھ جب دنیا سے رخصت ہو رہا ہو تو توحید کی گواہی پر قائم اور اٹل ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ"

"جس شخص کا آخری کلام (لا الٰہ الا اللہ) ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"[2]

قرآن حکیم نے توحید کی اس قسم یعنی توحیدِ الوہیت کا بڑی بسط و تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، بلکہ اس ذکر کو بار بار دہرایا ہے، اس کی مختلف مثالوں سے وضاحت کی ہے، چنانچہ قرآن مجید کی کوئی سورت توحیدِ الوہیت کے ذکر سے خالی نہیں۔

توحید الوہیت کے دیگر نام

توحیدِ الوہیت کو توحید "الٰہیت" بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ "اِخلاصِ تألہ" یعنی اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت پر مبنی ہے۔ اور یہ شدید ترین محبت، اخلاصِ عبادت کی متقاضی اور اسی کو مستلزم ہے۔

توحیدِ الوہیت کو "توحیدِ ارادہ" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ الوہیت کا اہم ترین تقاضہ یہ ہے کہ ہر عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضاء جوئی کا ارادہ مقصود ہوتا ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی:(۴۳۴۷) ان یوحدوا اللہ کے الفاظ صحیح بخاری، کتاب التوحید (۷۳۷۲) میں ہیں۔

[2] یہ حدیث حسن ہے، مسند احمد (۲۲۰۹۵) مسند معاذ بن جبل، سنن ابی داؤد (۳۱۱۶)

توحیدِ الوہیت کو "توحیدِ قصد" بھی کہا جاتا ہے، گویا بندے کا قصدِ عبادت اخلاص پر مبنی ہو اور یہی قصد، عبادت کے اخلاص کو مستلزم ہے۔

اس کا ایک نام "توحیدِ عمل" بھی ہے، کیونکہ توحیدِ الوہیت، علم و معرفت کے ساتھ ساتھ عملی عبادات کا گراں قدر مجموعہ ہے، اور ان عملی عبادات کا اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہونا ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝][1]

"پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کیلئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔"

نیز فرمایا: [قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝][2]

"آپ ﷺ کہہ دیجئے! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اسطرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کو خالص کرلوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا فرمانبردار بن جاؤں۔"

پورا قرآن توحید الوہیت پر مشتمل ہے

اگر آپ تدبر و تعقل سے کام لیں تو آپ پر یقینا یہ نکتہ عیاں ہوگا کہ قرآن مجید کی ہر سورت، بلکہ ہر آیت توحیدِ الوہیت کی دعوت پر مشتمل ہے، کہیں عقیدۂ توحید اختیار کرنے کا امر ہے، تو کہیں مخالفینِ توحید کے شکوک وشبہات کا ازالہ ہے، کہیں اہلِ توحید کے لئے تیار شدہ انعامات و اکرامات کا تذکرہ ہے، تو کہیں مخالفین و معاندینِ توحید کے لئے عذابِ الیم

[1] الزمر:۲

[2] الزمر:۱۲،۱۱

کی وعیدیں مذکور ہیں۔

اور جن آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کا ذکر ہے وہ بھی توحیدِ الوہیت ہی کا بیان ہے؛ کیونکہ توحیدِ صفات، توحیدِ الوہیت کو متضمن و مستلزم ہے۔ توحیدِ الوہیت ہی دینِ اسلام کی وہ اٹل حقیقت ہے کہ جس کے بغیر کوئی چیز قابل قبول نہیں ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ الله وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ الله وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ"

"پانچ باتوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، پہلی یہ کہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کی گواہی دینا یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے، اور یہ گواہی دینا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔"[1]

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ دینِ اسلام ان پانچ ارکان پر مبنی ہے اور یہ سب اعمال ہیں، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام، اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی عبادات کا مجموعہ ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص رکھنا ضروری ہے، نیز اسی سے حصولِ اجر وثواب کا پہلو برقرار رہے، جسے شریعت نے اخلاص کا نام دیا ہے، تو گویا تمام اعمال وعبادات کی اساس بھی توحیدِ الوہیت ہے۔

عبادت کی چند اقسام

اب ہم ذیل کی سطور میں عبادت کی چند اقسام کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) محبت: محبت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی غیر سے ایسی محبت

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان (۸) صحیح مسلم، کتاب الایمان ۱۵/۲۰

کرلی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے روا ہے تو وہ شرک کا مرتکب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ][1]

"کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمثل قرار دیتے ہیں (اور وہ اس طرح کہ) ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ کا حق ہے۔"

ان کے متعلق آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾][2]

"یہ لوگ جہنم سے نہیں نکل سکیں گے۔"

(۲) توکل: اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے، غیر اللہ پر نہیں، چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی ایسے کام کے سلسلے میں کہ جو اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے، کسی غیر پر توکل کر لیا تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾][3]

"اگر تم قوی مومن ہو تو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔"

واضح ہو کہ جس کام کے کرنے پر کوئی غیر اللہ قادر ہو اس کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے، اگر غیر اللہ پر توکل کرے گا تو یہ شرکِ اصغر ہوگا۔

(۳) الخوف: خوف بھی ایک عبادت ہے، جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی روا ہے، کسی غیر اللہ سے اس معنی میں ڈرنا کہ وہ اپنی مشیت اور قدرت سے مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا

[1] البقرہ:۱۶۵
[2] البقرہ:۱۶۷
[3] المائدۃ:۲۳

ہے، شرکِ اکبر ہے؛ کیونکہ ایسا سمجھنا اس غیر اللہ میں نفع یا نقصان کا عقیدہ رکھنا ہے۔ حالانکہ اللہ پاک نے فرمایا:

[فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝۵۱][1]

''اور صرف مجھ ہی سے ڈرو''

نیز فرمایا: [فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ][2]

''اور لوگوں سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ڈرو''

نیز فرمایا: [وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۰۷][3]

''اور اللہ تعالیٰ تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ٹالنے والا نہیں، اور اگر تیرے ساتھ کسی بھلائی کا فیصلہ کر لے تو اس کے فضل کو کوئی نہیں روک سکتا، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فضل سے نواز دے، وہ بڑا ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

(۴) الرجاء: امیدیں وابستہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ جن امور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے ان کے سلسلے میں کوئی شخص کسی زندہ یا مردہ کو پکارے، اس امید کے ساتھ کہ ان کی طرف سے اس کا مطلوب حاصل ہو جائے گا، تو اس کا یہ فعل شرکِ اکبر شمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ

[1] النحل:۵۱
[2] المائدۃ:۴۴
[3] یونس:۱۰۷

رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ][1]

''جو لوگ ایمان لائے، اور ہجرت کی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کی رحمت سے امیدیں قائم کرنے والے ہیں''

امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''لَا يَرْجُوْ عَبْدٌ اِلَّا رَبَّهٗ''

''بندہ صرف اپنے رب کی رحمت سے امیدیں وابستہ کرے۔''

(۵) الصلاۃ والرکوع والسجود: نماز، رکوع اور سجود بھی عبادات ہیں، جن کا صرف اللہ تعالیٰ ہی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲][2]

''اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی دے''

نیز فرمایا: [يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ][3]

''اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو، اور اپنے رب ہی کی عبادت کرو''

(۶) الدعاء: (یعنی پکارنا) جن چیزوں پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہئے، غیر اللہ کو پکارنا شرک ہوگا، خواہ وہ پکارنا محض حصولِ شفاعت و وسیلہ ہی کیلئے کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا

[1] البقرۃ:۲۱۸
[2] الکوثر:۲
[3] الحج:۷۷

يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾][1]

''اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ، اگر تم انہیں پکاروگے تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور (بفرضِ محال) اگر سن لیں گے تو تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا انکار کردیں گے اور تمہیں اس کی مانند کوئی خبر نہیں دے سکتا جو ہر چیز سے باخبر ہے''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾][2]

''اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کرونگا۔ بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوجائیں گے''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَـيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ][3]

''کیا انہوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں؟ کہہ دیجئے کہ، باوجود یکہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی عقل رکھتے ہیں، کہہ دیجئے کہ، اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی شفاعت کا مالک ہے''

[1] الفاطر:۱۴،۱۳
[2] المؤمن:۶۰
[3] الزمر:۴۴،۴۳

(۷) الذبح: ذبح کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے لہذا اسی کے نام سے اور اسی کے تقرب کی خاطر ذبح کرنا چاہئے، کسی دوسرے کیلئے نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ][1]

''کہہ دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کیلئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں''

(۸) النذر: نذر بھی ایک عبادت ہے، اور ہر عبادت کا مستحق اللہ رب العزت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ][2]

''چاہئے کہ وہ اپنی نذریں پوری کریں''

نیز اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

[يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿٧﴾][3]

''وہ (متقی لوگ) اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں، اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر خوب پھیلا ہوگا''

(۹) الطواف: طواف ایک عبادت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے گھر (خانہ کعبہ) کے گرد، اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کیلئے، اسی کے نام کے ساتھ مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[1] الانعام:۱۶۳،۱۶۲
[2] الحج:۲۹
[3] الدھر:۷

[وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝۲۹] [1]

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کریں''

(۱۰) التوبة: گناہوں سے توبہ واستغفار اللہ تعالیٰ سے کیا جائے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:[وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ] [2]

''اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کرسکتا ہے؟''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱] [3]

''اے مؤمنو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ کامیاب ہوجاؤ''

(۱۱) الاستعاذة: (پناہ طلب کرنا) جن امور میں صرف اللہ تعالیٰ ہی پناہ دینے پر قادر ہے، ان امور میں صرف اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ سے فرمایا:[قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱] [4]

''کہہ دیجئے! (میں پناہ پکڑتا ہوں صبح کے رب کی''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:[قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱] [5]

''کہہ دیجئے میں پناہ پکڑتا ہوں تمام لوگوں کے رب کی''

(پس معلوم ہوا کہ پناہ طلب کرنا عبادت ہے، اور اللہ کا ہی حق ہے، لہذا پناہ اللہ تعالیٰ

[1] الحج:۲۹
[2] آل عمران:۱۳۵
[3] النور:۳۱
[4] الفلق:۱
[5] الناس:۱

کی طلب کرنی چاہیے)

(۱۲) الاستغاثة: (مدد طلب کرنا) جن چیزوں کے عطا کرنے پر اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے، ان میں کسی دوسرے سے مدد طلب کرنا یا انہیں غوث قرار دینا شرک ہے، تقاضۂ توحید تو یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جائے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:[اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ] [1]

''اور جب تم (جنگِ بدر کے موقع پر) اپنے پروردگار سے مدد طلب کررہے تھے پس اس نے تمہاری دعا قبول کی''

یہ اور دیگر تمام عبادات خالقِ کائنات کے ساتھ مختص ہیں، جس شخص نے ان عبادات میں کسی مخلوق کی شراکت کا عقیدہ رکھا وہ مشرک ہے۔ہم نے بطورِ خاص ان چند عبادات کا ذکر اس لئے کیا کہ قبروں کے پجاری بطورِ خاص ان عبادات کو یا تو غیر اللہ کے لئے مقرر کردیتے ہیں یا ان میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرادیتے ہیں۔بہرحال انکے علاوہ بھی جتنی عبادات ہیں انہیں غیر اللہ کیلئے مقرر کرنے والا، یا غیر اللہ کی شراکت کا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:[وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا] [2]

''ہر قسم کی عبادت اللہ کے لئے انجام دو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ''

اہل مکہ کے مشرک ہونے کی وجہ

یہ شرکِ عبادت ہی تو ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ کو کافر ٹھہرایا، حالانکہ توحید کی بقیہ اقسام میں ان کا عقیدہ درست تھا، وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے،

[1] الانفال:۹
[2] النساء:۳۶

رازق اور مدبر ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں ۔(اس کے باوجود وہ مشرک کیوں تھے؟) اس لئے کہ وہ ان عبادات میں غیروں کی شراکت کے قائل تھے۔ چنانچہ وہ اپنے تلبیہ میں یوں کہا کرتے:

"لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ إِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ"

"اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، سوائے فلاں شریک کے جو تیرا ہی ہے، تو اس کا مالک ہے وہ مالک نہیں ہے۔"[1]

چنانچہ نبی ﷺ ان کے پاس وہ توحید لیکر آئے جو کلمہ (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ) کے معنی پر مشتمل تھی، جس کا مضمون وماحصل یہ تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، نہ کسی مقرب فرشتے کی اور نہ ہی کسی نبی مرسل کی، اوروں کا تو ذکر ہی کیا؟

نبی ﷺ کی اس دعوت کا ان مشرکین نے کیا جواب دیا؟

[أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ] [2]

"محمد ﷺ نے اتنے بہت سے معبودوں کو ایک ہی قرار دے دیا یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔"

(تو پھر آج بہت سے معبودوں کو پوجنے والا قبر پرست کس طرح مشرکینِ مکہ سے مختلف ہوسکتا ہے؟؟؟) ہاں ان سے بدتر ہوسکتا ہے؛ کیونکہ مشرکینِ مکہ کم از کم توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ صفات کو تو مانتے تھے، آج کا مسلمان تو توحید کی ان قسموں میں بھی بہت کچھ الحاد پیدا کر چکا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب التلبیۃ وصفتها ووقتها، ۱۱۸۵/۲۲

[2] ص:۵

خلاصۂ کلام

حقیقت واقسامِ توحید کے تعلق سے اب تک کے تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، ربوبیت، اسماء وصفات اور الوہیت میں یکتا واکیلا وتنہا جاننا ہی حقیقتِ توحید ہے۔

۞ ذات میں اکیلا جاننا: [قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ] [1]

"کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے"

۞ ربوبیت میں اکیلا جاننا: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ] [2]

"تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے"

[اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ] [3]

"اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے"

۞ اسماء وصفات میں اکیلا جاننا: [وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا] [4]

"اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں پس اسے انہی سے ناموں سے پکارو"

۞ الوہیت (معبود ہونے) میں اکیلا جاننا:

[وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ] [5]

"اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ رحمن اور رحیم ہے"

---

[1] الاخلاص:۱

[2] الفاتحہ:۱

[3] الزمر:۶۲

[4] الاعراف:۱۸۰

[5] البقرۃ:۱۶۳

شرک کی حقیقت

شرک، توحید کی ضد ہے، شرک کا لغوی معنی: حصہ ہے، چونکہ مشرک انسان، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت کا کچھ حصہ، دوسروں کو دیتا ہے، یعنی: اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے اور دوسروں کی عبادت بھی انجام دیتا ہے۔

عبادت کس کا حق ہے؟

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللہ عَنْهُ كُنْتُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰی حِمَارٍ فَقَالَ لِیْ: يَامَعَاذُ ! اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ؟ قُلْتُ : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ اَلَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.

”سیدنا جناب معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ ایک دفعہ میں آپ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے، اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں، اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں، اور بندوں کا حق اللہ

تعالیٰ پر یہ ہے کہ اگر وہ شرک نہ کریں تو ان کو دوزخ کا عذاب نہ دے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں لوگوں کو اس کی خوشخبری سنا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، کیونکہ پھر وہ اسی پر بھروسہ کرلیں گے۔“[1]

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے، بندوں پر دو حقوق ذکر فرمائے ہیں: ایک بصورتِ اثبات، دوسرا بصورتِ نفی۔

بصورتِ اثبات، اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں، نہ صرف یہ کہ عملاً عبادت کریں بلکہ عقیدۃً واعترافاً واقراراً بڑی پختگی کے ساتھ اس پر قائم رہیں۔

بصورتِ نفی، اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اس عبادت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک مقرر نہ کریں، نہ عقیدۃً نہ عملاً اور نہ ہی اقراراً۔

اب جو شخص کسی بھی شئ کو، اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے، وہ بہت بڑا ظالم اور مجرم ہے، خواہ شرک کا یہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا، ایک بار ہو یا بار بار، عقیدۃً ہو یا عملاً، یہ شخص کسی معافی کا مستحق نہیں ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کے حق کو پامال کرنے والا معافی کا مستحق ہوسکتا ہے؟ وہ اللہ جو پوری کائنات کا خالق ومالک ومدبر ہے، منعمِ حقیقی ہے، جس کی نعمتوں کو شمار کرنا ممکن نہیں: [وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑱] [2]

”اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اسے نہیں کر سکتے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس (۵۹۶۷) صحیح مسلم، کتاب الایمان (۴۹/۳۰)

[2] النحل: ۱۸

مہربان ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے یہ بات توحید وشرک کے تناظر میں ہی فرمائی ہے، چنانچہ پچھلی آیت کریمہ میں، اللہ تعالیٰ نے استفہامی انداز سے فرمایا ہے:

[اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝][1]

’’تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟‘‘

افسوس! ایک مشرک انسان غیر اللہ کو، اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر، مخلوق کو خالق کے برابر کرنے کے انتہائی بدترین جرم کا مرتکب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتوں کا یہی حق شکر ہے؟

شرک، اللہ رب العالمین کی جناب میں ایک بہت بڑی قدح وارد کرنے کے مترادف ہے، براہِ راست اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارنا ہے، اس جبار وقہار کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے، نیز بدترین حماقت وجہالت بھی۔

شیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں قولہ تعالیٰ: [اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝] کے تحت لکھتے ہیں: (ترجمہ)

’’شرک کے ظلمِ عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص سے بدترین وبدبخت کوئی ہو ہی نہیں سکتا جو مٹی سے بنی مخلوق کو اس خالق ومالک کے برابر کردے جو تمام گردنوں کا مالک ہے، اور جسے ایک ذرہ تک کا اختیار نہیں اسے اس ذات کے برابر کردے جو کائنات کے تمام اختیارات کا مالک ہے، اور جو ہر اعتبار سے ناقص وفقیر ہے اسے اس رب کے برابر کردے جو ہر اعتبار سے کامل وغنی ہے، اور اس مخلوق کو جو ایک رائی کے دانے کے برابر کسی

[1] النحل: ۱۷

نعمت کی خلق یا عطاء کی طاقت نہیں رکھتی، اسے اس خالق ومالک کے برابر کردے کہ دین، دنیا اور آخرت نیز قلوب وابدان کی جملہ نعمتیں، اسی کی عطاء ہیں، اور وہی ہر قسم کے شر کو پھیرنے کی قدرت رکھتا ہے، کیا اس سے بڑا کوئی ظلم ہوسکتا ہے؟

جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت وتوحید کیلئے پیدا فرمایا، یعنی: اپنے لئے پیدا فرما کر اسے ایک عظیم شرف سے نوازا، وہی بندہ غیروں کے در پہ جا کر اپنے آپ کو ذلت، خست اور نحوست کے گھڑے میں گرادے، اس سے بڑا کوئی ظالم ہوسکتا ہے؟ (بلکہ یہ تو جہالت وسفاہت کی آخری حد ہے) (والعیاذ باللہ)‘‘[1]

ذیل میں وہ بربادیاں اور تباہ کاریاں ملاحظہ فرمائیے، جو شرک کے ارتکاب کی بناء پر انسان کو حاصل ہوتی ہیں، تعقّل اور تذکّر نیز بصیرت وفراست کی شدید ضرورت ہے؛ کیونکہ معاملہ یا تو آخرت کی ابدی فلاح کا ہے یا دائمی ہلاکت کا۔

۞ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

فرمان الٰہی: [اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝][2]

’’بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے‘‘

۞ شرک کرنے والا کسی معافی کا مستحق نہیں، جبکہ شرک کے علاوہ بڑے سے بڑا گناہ بمشیئت الٰہی بغیر توبہ کے معاف ہوسکتا ہے۔

فرمان الٰہی:

[1] تفسیر السعدی ۱۵۶/۲، ۱۵۵

[2] لقمان: ۱۳

[اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ][1]

''اللہ تعالیٰ اس بات کو قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرمادیتا ہے''

۞ شرک کرنے والا پرلے درجے کا گمراہ ہے، اور کسی تکریم کا مستحق نہیں۔

فرمانِ الٰہی: [وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾][2]

''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا''

نیز فرمایا: [وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾][3]

''اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی۔''

۞ شرک اکبر الکبائر (سب سے بڑا گناہ) ہے: فرمانِ رسول ﷺ:

"اکبر الکبائر الاشراك بالله..."

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا سب سے بڑا گناہ ہے......''[4]

۞ شرک سب سے خوفناک اور ہیبت ناک گناہ ہے، چنانچہ ایک حدیث میں شرکِ اصغر کو سب سے خوفناک گناہ قرار دیا گیا ہے تو پھر شرکِ اکبر کسقدر مہلک اور تباہ کن ہوگا۔

[1] النساء:۴۸

[2] النساء:۱۱۶

[3] الحج:۳۱

[4] بخاری:۶۹۱۹

فرمانِ رسول ﷺ:

"أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر ،فسئل عنه فقال: الرياء"

''مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے، آپ سے سوال کیا گیا (شرکِ اصغر کیا ہے؟) تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ ریاء کاری ہے''[1]

۞ جس شخص کی شرکیہ عقائد پر موت آئی وہ جہنمی ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ:

"من لقي الله لا يشرك به شيئا دخل الجنة ومن لقيه يشرك به شيئا دخل النار"

''جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس حال میں ملا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا''[2]

۞ شرک کرنے والے کیلئے جنت ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔

فرمانِ الٰہی:

[اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾][3]

''یقین مانو! کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا''

[1] مسند احمد:۲۴۰۳۶

[2] مسلم:۲۷۰

[3] المائدۃ:۷۲

شرک کرنے کا کیا جواز ہے؟

۞ جنہیں اللہ تعالیٰ کے سواپکارا جاتا ہے کیاانہوں نے کسی چیز کو پیدا کیا ہے؟

فرمان الٰہی: [...هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ][1]

''کیااللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے؟''

فرمان الٰہی: [قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ][2]

''آپ کہہ دیجئے! بھلا دیکھوتو جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سواپکارتے ہو مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا ٹکڑا بنایا ہے''

فرمان الٰہی: [يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ][3]

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا''

۞ کیا وہ کسی چیز کے مالک ہیں؟

فرمان الٰہی: [وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝][4]

''جنہیں تم اس کے سواپکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں''

۞ وہ تو اپنی ذات کیلئے کسی نفع یا نقصان کے مالک نہیں۔

فرمان الٰہی: [وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا

[1] فاطر: ۳

[2] الأحقاف: ۴

[3] البقرة: ۲۱

[4] فاطر: ۱۳

حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝][1]

''یہ تو اپنی جان کے نقصان نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت وحیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں''

۞ پوری کائنات میں کسی ایک ذرہ تک کی تخلیق میں ان کی نہ تو کوئی شراکت ہے، نہ کسی قسم کی مدد اور تعاون۔

فرمان الٰہی: [قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝][2]

''آپ کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکارلو، نہ اُن میں سے کسی کو آسمانوں میں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ اُن کا اِن میں کوئی حصہ ہے نہ اُن میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے''

۞ محمد رسول اللہ ﷺ جو اکرم الخلائق ہیں، کے پاس بھی کوئی مِلک یا اختیار نہیں ہے؟

فرمان الٰہی: [لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ][3]

''اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں''

فرمان الٰہی: [قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝][4]

[1] الفرقان: ۳

[2] سبا: ۲۲

[3] آل عمران: ۱۲۸

[4] الجن: ۲۲،۲۱

’’کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان، نفع کا اختیار نہیں، کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پا سکتا‘‘

فرمانِ رسول ﷺ: اے جماعت قریش! اپنے آپ کو خود جہنم سے بچاؤ میں ایصال نفع یا دفع ضرر میں تمہاری کوئی کفایت نہ کر سکونگا۔

اے عباس بن عبدالمطلب! اپنے آپ کو خود جہنم سے بچاؤ میں ایصال نفع یا دفع ضرر میں تمہاری کوئی کفایت نہ کر سکونگا۔

اے رسول اللہ (ﷺ) کی پھوپھی صفیہ! اپنے آپ کو خود جہنم سے بچاؤ میں ایصال نفع یا دفع ضرر میں تمہاری کوئی کفایت نہ کر سکونگا۔

اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! اپنے آپ کو خود جہنم سے بچاؤ میں ایصال نفع یا دفع ضرر میں تمہاری کوئی کفایت نہ کر سکونگا۔[1]

۞ جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے، کیا ان کو دائمی حیات حاصل ہے؟ دائمی حیات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے باقی سب اگر زندہ ہیں تو جلد مر جائیں گے، اور اگر مر چکے ہیں تو زندہ نہیں، معبودِ برحق (اللہ تعالیٰ) ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ زندہ رہے گا۔

فرمانِ الٰہی: [اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝][2]

’’اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا نگہبان ہے‘‘

فرمانِ الٰہی: [هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ][3]

[1] بخاری: ۲۷۵۳

[2] آل عمران: ۲

[3] المؤمن: ۶۵

’’وہ زندہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو‘‘

نبی علیہ السلام کی دعا: "أنت الحی الذی لا یموت والجن والإنس یموتون"

’’(اے اللہ!) تو وہ (حی) ہے جسے موت نہیں آئے گی، جبکہ تمام جن وانس مرنے والے ہیں‘‘[1]

۞ اس کے برعکس اکرم الخلائق محمد رسول اللہ ﷺ بھی موت ووفات سے ہمکنار ہو چکے ہیں، تو کسی اور (نبی یا ولی) کو استثناء کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

فرمانِ الٰہی: [اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝][2]

’’یقینا خود آپ کو بھی موت کا مزا چکھنا ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں‘‘

فرمانِ الٰہی: [وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ][3]

’’محمد (ﷺ) صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں، تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟......‘‘

فرمانِ الٰہی: [قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝][4]

[1] مسلم: ۲۸۹۹

[2] الزمر: ۳۰

[3] آل عمران: ۱۴۴

[4] الانعام: ۱۶۲

''آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے''

آپ کی وفات پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

"من کان یعبد منکم محمدا فان محمد قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت"

''جو شخص تم میں سے محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا (تو وہ جان لے) کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے (تو وہ جان لے) کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آئے گی''[1]

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

[1] بخاری: ۱۲۴۱

اقسامِ شرک

توحید کی طرح شرک کی بھی تین قسمیں ہیں: (۱) شرك فی الربوبیة (۲) شرك فی الاسماء والصفات (۳) شرك فی الالوهیة

ان میں ہر قسم دوسرے کی بنسبت اکبر واصغر ہوسکتی ہے۔ (جس کی کچھ تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاءاللہ)

(۱) شرك فی الربوبیة

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں کسی کو شریک کرنا ہے، ربوبیت کے تقاضوں میں اولین تقاضا، اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے پر ایمان لانا ہے، ربوبیت سے مراد تین امور ہیں: (۱) خالق ہونا (۲) مالک ہونا (۳) مدبر ہونا۔

چنانچہ توحیدِ ربوبیت اس امر کی متقاضی ہے کہ ان تینوں امور میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا مانا جائے اور ان میں سے کسی امر میں کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

توحیدِ ربوبیت کے بیان میں دلائل کی روشنی میں کافی تفصیل گزر چکی ہے۔

شرک فی الربوبیت دو طرح سے ہے۔

''الف'': شرکِ تعطیل: یعنی اللہ رب العزت کے اسماء وصفات اور ربوبیت کے معطل ہونے کا عقیدہ رکھنا، یہ شرک کی سب سے بدترین قسم ہے، فرعون کا شرک اسی نوع کا تھا، جو

کہتا تھا: [وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۲۳][1]

یعنی: ''رب العالمین کیا ہے؟''

فلاسفہ یا دہریوں کا عقیدہ بھی کچھ ایسا ہی ہے، جو عالَم کی قدامت اور ابدیت کے قائل ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ یہ جہاں کبھی معدوم نہ تھا بلکہ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا، اور اس کارخانۂ عالَم میں جو کچھ ہورہا ہے وہ ان اسباب کی پیداوار ہے جنہیں وہ عقول ونفوس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وحدۃ الوجود کے قائلین مثلاً ابن عربی، ابن سبعین، تلمسانی اور ابن الفارض وغیرہ کا شرک بھی اسی نوع کا ہے، ان ملاحدہ نے اپنے الحاد کو اسلام کا زیور پہنانے اور تھوڑے سے حق کی زیادہ الحاد سے آمیزش کی کوشش کی ہے، چنانچہ ان کے یہ عقائدِ باطلہ ان لوگوں میں رواج پکڑ گئے جو چمگادڑ کی بصارت وبصیرت رکھتے ہیں۔ فِرَقِ باطلہ، جہمیہ اور قرامطہ جو اللہ رب العزت کے اسماء وصفات کی تعطیل کے قائل ہیں کا عقیدہ بھی اسی نوع سے تعلق رکھتا ہے۔

''ب'': شرکِ ربوبیت کی دوسری قسم ان لوگوں کے شرک کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور ربوبیت کی تعطیل کا عقیدہ تو نہیں رکھا، لیکن دوسرے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرالیا، چنانچہ نصاریٰ کا شرک اسی نوع سے تعلق رکھتا ہے جنہوں نے اقانیمِ ثلاثہ میں سے ایک اقنوم کو اِلٰہ قرار دیا، جبکہ ایک اقنوم روح القدس اور دوسری عیسیٰ قرار دی گئی۔ (والعیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کی تثلیث کے اس عقیدے کو کفر قرار دیا اور اس کے حاملین کو

[1] الشعراء: ۲۳

عذابِ الیم کی وعیدِ شدید سنادی:

[لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۷۳][1]

''وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہوگئے جنہوں نے کہا، اللہ تین میں سے تیسرا ہے، دراصل سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ رہے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے، انہیں المناک عذاب ضرور پہنچے گا۔''

مجوسیوں کا شرک بھی اسی نوع سے متعلق ہے جو حوادثِ خیر کو ''نور'' اور حوادثِ شر کو ''ظلمت'' کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ستاروں کے تعلق سے پایا جانے والا شرک بھی اسی نوع کا ہے، چنانچہ بہت سے لوگ اس شرک میں گرفتار ہیں جو ستاروں کو اس عالَم کا مدبر قرار دیتے ہیں، مشرکین صابئہ کا یہی مذہب تھا۔

بہت سے لوگ (انواء) نامی ستاروں کو بارش میں مؤثر ہونے کا فاسد عقیدہ رکھتے ہیں، جسے رسول اللہ ﷺ نے کفر سے تعبیر فرمایا۔[2]

واضح ہو کہ قبر کے پجاریوں کا شرک بھی اسی نوع کا ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کی روحیں موت کے بعد تصرف کا اختیار رکھتی ہیں، چنانچہ وہ حاجات پوری کرتے ہیں، تکلیفیں رفع کرتے ہیں، جو ان کو پکارے ان کی مدد کرتے ہیں اور جو ان کی طرف مضطر ولاچار ہو اس کی حفاظت کرتے ہیں...... یہ سب چیزیں تو ربوبیت کے خصائص میں سے ہیں۔ (واللہ المستعان)

[1] المائدۃ: ۷۳

[2] صحیح بخاری

یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ صاحبِ قبر کی توجہ حاصل کرنے کیلئے، ان کی قبر پہ چادریں چڑھاتے ہیں اور دیئے جلاتے ہیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح انہیں خوش کردیا جائے، تا کہ وہ خوش ہوکر ہماری حاجتیں پوری کردیں اور ہماری بگڑی کو سنوار دیں۔

اس قبیح عمل کو کچھ لوگ شرک قرار نہیں دیتے، حالانکہ اس میں بہت سی شرکیہ قباحتیں ہیں: ایک یہ کہ دیا جلانے والے اور چادر چڑھانے والے کا گویا یہ عقیدہ ہے کہ میرے اس عمل سے صاحبِ قبر آگاہ ہے، تبھی تو وہ خوش ہوکر اس کے امور کو سنوار دے گا۔

دوسری قباحت یہ کہ اس کے اس عمل کے پسِ پردہ یہ عقیدہ پنہاں ہے کہ صاحبِ قبر اس کی حاجات پوری کرنے پر قادر ہے۔(والعیاذباللہ)

پھر سوچنے کی بات ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے قبروں یا قبرستانوں میں چراغاں سے منع نہیں فرمایا؟

الغرض یہ قبیح عمل، شرک وبدعت کی بہت سی قباحتوں اور برائیوں میں لپٹا ہوا ہے۔

(۲) شرك في الاسماء والصفات

دوسری قسم شرك في الاسماء والصفات ہے، اس شرک کا معاملہ سابقہ شرک سے کچھ ہلکا ہے، اس شرک کی بھی دو قسمیں ہے۔

''الف'': شرکِ تشبیہ: یعنی صفاتِ خالق کی صفاتِ مخلوق کے ساتھ مشابہت کا عقیدہ رکھنا، مثلاً یوں کہنا کہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرح ہے، اس کا سمع وبصر (سننا و دیکھنا) میرے سمع وبصر کی طرح ہے، اس کا ''استواء علی العرش'' میرے استواء کی طرح ہے۔ طائفہ مشبھہ (تشبیہ دینے والا گروہ) اسی شرک میں مبتلا تھا۔

''ب'': شرکِ اشتقاق: دوسری قسم شرکِ اشتقاق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ جو معبودِ حق ہے کے مبارک ناموں میں سے اپنے باطل معبودوں کے نام نکالنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۸۰][1]

''اللہ تعالیٰ کے پیارے پیارے نام ہیں، پس اسے انہیں ناموں کے ساتھ پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد پیدا کرتے ہیں، عنقریب وہ اپنے کرتوتوں کا بدلہ دیئے جائیں گے''

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد سے مراد شرک ہے، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ انہوں نے (الإله) سے اپنے معبود (اللات) کا نام نکال لیا، اور (العزیز) سے اپنے معبود (العُزّٰی) کا نام نکال لیا۔(والعیاذباللہ)

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے معنوی خصائص، کسی دوسری مخلوق میں پیدا کرنا بھی شرك في الاسماء والصفات کی بدترین شکل ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ غیب جاننا صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، کوئی مخلوق عالم الغیب ہو ہی نہیں سکتی، لیکن کسی بھی مخلوق کو خواہ وہ نبی ہو یا ولی، عالم الغیب ماننا، شرک قرار پائے گا۔

اللہ تعالیٰ (الرزاق) ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ رزق عطا فرمانا، اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، کوئی دوسری مخلوق خواہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کسی بھی رُتبہ پر فائز ہو، کسی کو ایک ذرہ کے برابر

---

[1] الاعراف:۱۸۰

بھی رزق دینے پر قادر نہیں، لہذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ روزی دینے پر قادر ہے، شرک قرار پائے گا۔ (وعلی هذا القياس)

(۳) شرك فی الالوهية و العبادة

شرک کی تیسری قسم "شرك فی الالوهية والعبادة" ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: ''اصلِ شرک، الوہیت (معبود ہونے) میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہونے کا اعتقاد رکھنا ہے، یہ شرکِ اعظم ہے اور یہی دورِ جاہلیت کا شرک ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا شرک ہے جو اللہ تعالیٰ کے افعال میں شراکت کے قائل ہیں، مثلاً یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کچھ لوگ ایجادِ فعل کا اختیار رکھتے ہیں، گو وہ مستقل "اِلٰہ" نہیں ہیں، لیکن افعال میں شریک ضرور ہیں''

شرك فی الالوهية کی قسمیں: شرك فی الالوهية کی بھی دو قسمیں ہیں۔

''الف'': ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا (نِد) یعنی ہمسر یا شریک مقرر کرے، انہیں اس طرح پکارے جیسے اللہ کو پکارتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرح کا ان سے سوالِ شفاعت کرے، اللہ تعالیٰ جیسی ان سے امیدیں وابستہ کرے، اللہ تعالیٰ جیسی محبت رکھے، اللہ تعالیٰ جیسا خوف رکھے، الغرض اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک ٹھہرا کر، اللہ تعالیٰ کی طرح ان کی عبادت شروع کردے...... یہ شرکِ اکبر ہے۔

اس شرک کی اللہ تعالیٰ نے بے شمار آیات میں تردید اور تفنید فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا: [وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا][1]

[1] النساء:۳۶

''صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، اور اس عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔''

نیز فرمایا: [وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ][1]

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اور ہر طاغوت کا انکار کرو۔''

نیز فرمایا: [وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝][2]

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، کہہ دیجئے کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ خبر دینا چاہتے ہو جو آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ نہیں جانتا، وہ ذات پاک ہے، اور بلند ہے اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں''

نیز فرمایا: [اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝][3]

''اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر

[1] النحل:۳۶
[2] یونس:۱۸
[3] السجدة:۴

مستوی ہوگیا،تمہارا اس کے سوا کوئی دوست یا شفیع نہیں ہے،تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے ؟''

الغرض شرک کے اس قسم کی تردید اور بطلان میں بے شمار آیات موجود ہیں، توحیدِ الوہیت کے بیان میں کچھ تفصیلات ذکر ہوچکی ہیں۔

شرکِ اصغر کی وضاحت

''ب'': شرکِ عبادت کی دوسری قسم شرکِ اصغر ہے،جس کی صورت یہ ہے کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کیلئے اخلاص نہ ہو بلکہ بندوں کیلئے ریاکاری اور تصنع ہو،اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے بجائے فقط اپنے آپ کو ابھارنا اور نمایاں کرنا مقصود ہو، طلبِ دنیا کی نیت وحرص ہو، یا کسی جاہ ومنصب اور مرتبہ کا حصول مطلوب ہو۔ایسا شخص اپنے عمل کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور کچھ غیر اللہ کیلئے مقرر کردیتا ہے۔شرکِ اصغر کے تحت کچھ صورتیں وہ بھی آسکتی ہیں جن کا تعلق الفاظ سے ہے، مثلاً غیر اللہ کی قسم ، یا یوں کہنا :جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں،میرے لئے تو اللہ ہے اور آپ ہیں،وغیرہ وغیرہ۔یہ الفاظ شرکِ اکبر کے تحت بھی مندرج ہوسکتے ہیں،پس یہ الفاظ ادا کرنے والے کے حال اور مقصد کو دیکھا جائے گا۔

شرکِ اصغر کے مرتکب کو ہم ملت سے خارج قرار نہیں دیتے،البتہ شرکِ اکبر کے مرتکب کا حکم کفر ہے،اور وہ ملت سے خارج ہے،البتہ تکفیرِ معین سے یکسر گریز کیا جائے؛ کیونکہ تکفیر کا حکم ظاہر وباطن دونوں حیثیتوں سے مکمل ہوتا ہے،جبکہ ہم کسی بھی انسان کے ظاہر کو تو پہچان سکتے ہیں،لیکن باطن کو جاننے والا صرف اللہ رب العزت ہے،لہٰذا تکفیر کا حکم شرعاً اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

شرکِ اصغر اس لحاظ سے انتہائی مذموم ہے کہ اس کا ارتکاب،شرکِ اکبر میں داخل

ہونے کا راستہ ہموار کرتا ہے،کچھ علماء نے شرکِ اصغر کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ ''ایسا قول وعمل جس سے شرکِ اکبر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ موجود ہو'' جبکہ شرکِ اکبر وہ شرک ہے جس میں صراحۃً کسی بھی امرِ عبادت کو غیر اللہ کی طرف پھیر دیا جائے، یہ بات معلوم ہے کہ ہر قسم کی عبادت کا مستحق صرف اللہ رب العزت ہے۔

سورۃ الفاتحہ جو قرآن مجید کی پہلی سورت ہے، میں [إِيَّاكَ نَعْبُدُ] کے ذریعہ یہ انتہائی اہم اعتقادی درس دے دیا گیا ہے،چنانچہ یہ حصر یہ اسلوب اسی اختصاص کا مظہر ہے، [إِيَّاكَ نَعْبُدُ] کے اسلوبِ حصر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے،اس کا ترجمہ یوں کریں گے: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں،تیرے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے۔

لہٰذا جو شخص کسی بھی عبادت کو غیر اللہ کی طرف پھیرے گا وہ شرکِ اکبر کا مرتکب ہوگا جس کا ارتکاب کفر بھی ہے اور ملت سے خارج ہونے کا سبب بھی۔

(واللہ المستعان)

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

شرکیہ امور

اپنے اس عجالہ کے آخر میں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان امور کا تفصیلی ذکر کیا جائے، جو کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں شرک قرار پاتے ہیں، ویسے بھی شرک کا معاملہ انتہائی واضح ہونا چاہئے تاکہ اجتناب ممکن ہو سکے، ویسے بھی شرکیہ امور کی معرفت سے جو کہ سراسر ظلمت ہیں، توحید کا نور مزید نکھر آئے گا، جیسے رات کی تاریکی دیکھنے کے بعد، دن کا اُجالا مزید واضح ہو جاتا ہے، بقولِ شاعر:

والضد يظهر حسنه الضد وبضدها تتبين الأشياء

یعنی: کسی بھی شئ کا حسن اس کی ضد کی پہچان سے ظاہر ہوتا ہے، اور اشیاء تو اپنی اضداد ہی سے نمایاں ہوتی ہیں۔

شرکیہ امور کے بیان کیلئے ہمارا اساسی مرجع شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی معرکۃ الآراء کتاب "کتاب التوحید الذی هو حق الله على العبيد" ہے، نیز آپ کو جابجا ہمارے اضافات بھی دکھائی دیں گے۔ (وباللہ التوفیق)

(۱) غیر اللہ کی عبادت

یہ وہ مرکزی اور بنیادی مسئلہ ہے، جسے واضح کرنے اور سمجھانے کیلئے، اللہ تعالیٰ نے تمام رسالتیں تشکیل دیں اور کتابیں اتاریں، یہی مسئلہ تمام انبیاء کرام کی دعوت کا اساسی موضوع رہا، تمام شریعتیں اخلاصِ عبادت پر قائم ہیں، لقولہ تعالیٰ: [وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝][1]

[1] البينة:۵

"نہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔"

رسول اللہ ﷺ کو بھی اسی عقیدہ کے اظہار واعلان کا حکم دیا گیا:

[قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝][1]

"آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔"

یہی حکم تمام بنی نوع انسان کیلئے بھی ہے: [يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝][2]

"اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔"

بلکہ تمام جن وانس کی تخلیق کا اولین مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی ہے:

[وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝][3]

"میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔"

[1] الانعام:۱۶۲، ۱۶۳

[2] البقرة:۲۱

[3] الذريات:۵۶

آیتِ کریمہ کا اسلوبِ حصر انتہائی قابلِ غور ہے، جو اس حقیقت کا مظہر ہے کہ انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اور کچھ نہیں، حصر کے اس معنیٰ کو دوسری آیتِ کریمہ سے سمجھنے کی کوشش کی جائے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں فرمایا:

[وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا] [1]

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حکم کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے شرک کی نفی اور نہی وارد ہے، گزشتہ صفحات میں حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گزری ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کو، اللہ تعالیٰ کا حق قرار دیا گیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ہی ہمارا مقصدِ تخلیق ہے، نیز اس ذاتِ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا اور اس عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اس کا حق ہے تو پھر جان لیجئے کہ عبادت میں کسی نوع کے شرک کا ارتکاب، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، انتہائی بھیانک نتائج کا سبب بنے گا۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے اکبر الکبائر قرار دیا، چنانچہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق، ایک بار رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے تین مرتبہ یہ سوال فرمایا: (ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟) کیا میں تمہیں تمام کبیرہ گناہوں سے بھی سب سے بڑے کبیرہ گناہ سے آگاہ نہ کروں؟

[1] النساء:٣٦

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں! تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی بھی شیٔ کو) شریک ٹھہرانا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: (أن تجعل لله ندا وهو خلقك)

یعنی: تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مقرر کرنا، حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا ہے۔

حدیث کا لفظ (ندا) نکرہ ہونے کی بناء پر اپنے عموم پر قائم ہے، جو ہر قسم کے شریک کی نفی کر رہا ہے، خواہ وہ انسان ہو، فرشتہ ہو، جن ہو، حجر و شجر ہو، شمس و قمر ہو یا کوئی ستارہ ہو، پھر انسانوں میں سے خواہ کوئی نبی ہو یا ولی اور خواہ اس زمین پہ چل پھر رہا ہو یا زمین کے اندر مدفون ہو، کسی کی عبادت روا نہیں، صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی ہر قسم کی عبادت کا اکیلا مستحق ہے۔

عبادت میں شرک کرنے والا نہ تو گناہوں کی بخشش کا مستحق ہے، نہ کبھی بھی جنت کے داخلے کا، اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والے کو کہیں تو پرلے درجے کا گمراہ قرار دیا ہے اور کہیں بڑے گناہ کا مرتکب، بلکہ ایک مقام پر مشرک کو آسمان سے گرا ہوا بتلایا، جس کا ایک معنیٰ تو اسے لاحق ہونے والے عذابِ الیم کے تصور سے آگاہی کی صورت میں ہے، دوسرا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اسے انسان بنا کر آسمانوں کی رفعتوں تک پہنچادیا، مگر اس نے شرک میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو زمین کی پستیوں میں دھکیل دیا، اور تباہ و برباد کرلیا۔

رسول اللہ ﷺ نے دوٹوک اعلان فرمادیا ہے:

(من مات لایشرك بالله شیئا دخل الجنة، ومن مات یشرك بالله شیئا دخل النار)

یعنی: جوشخص اس طرح مرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو وہ ضرور بضرور جنت میں داخل ہوگا، اور جوشخص اس طرح مرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی شئ کو شریک ٹھہرالیا وہ ضرور بضرور جہنم میں داخل ہوگا۔[1]

(۲) غیر اللہ کو پکارنا

پکارنے کیلئے عربی زبان میں، دعا کا لفظ مستعمل ہے، دعا بھی عبادت ہی کی ایک شکل ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

(إن الدعاء هو العبادة) یعنی: بے شک دعا عبادت ہی ہے۔[2]

ہر عبادت اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے، لہذا دعا یعنی پکارنا بھی اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہونا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝][3]

’’اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جولوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔‘‘

دوسرے مقام پر واضح کیا کہ غیر اللہ کو پکارنے والا سب سے بڑا گمراہ ہے:

[1] صحیح مسلم: ۱۵۰
[2] مسند احمد ۴/۲۶۷، جامع ترمذی، کتاب الدعوات، مستدرک حاکم ۱/۴۹۰
[3] غافر: ۶۰

[وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝][1]

’’اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہوجائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔‘‘

قرآن پاک نے یہ بات بھی واضح کردی کہ کسی بھی غیر اللہ کو پکارنا نہ تو کسی منفعت کے حصول کا باعث ہوسکتا ہے، نہ کسی مضرت کے دفع وازالہ کا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝][2]

’’اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔‘‘

دوسرے مقام پر فرمایا: [قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ

[1] الاحقاف: ۵،۶
[2] یونس: ۱۰۶

قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝][1]

''کہہ دیجئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکارلو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہوجائے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پرودگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔''

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں (خلاصہ):

غور کیجئے! اس آیت کریمہ نے مشرکین پر، شرک کے تمام دروازے انتہائی مضبوطی سے بند کردیے ہیں؛ کیونکہ ہر عبادت کرنے والے کو اپنے معبود سے حصولِ نفع کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں، اگر اس سے نفع کی امید نہ ہوتو اس عابد کا دل اپنے معبود کے ساتھ معلق ومنسلک ہو ہی نہیں سکتا، اب ضروری ہے کہ وہ معبود ان تمام اسباب کا مالک ہو، جن سے اس کا عابد مستفید و منتفع ہو سکے، اگر کلی مالک نہ ہو تو اصل مالک کا شریکِ کار ہی ہوجائے، اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کا وزیر و معاون ہی بن جائے، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کم ازکم اس کی سفارش ہی معتبر ہوجائے۔

قرآن پاک نے ہر معبود و مدعو سے نفع کے ان چاروں اسباب کی نفی کردی ہے، اور واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا اعلان کردیا ہے کہ جن جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا

[1] سبا: ۲۳، ۲۲

پوجا یا پکارا جارہا ہے وہ:

① زمین و آسمان میں سے ایک ذرہ تک کے مالک نہیں۔

② نہ ہی انہیں کسی ذرہ کی خلق میں شراکت حاصل ہے۔

③ نہ ہی وہ کسی شئ کی تخلیق میں، مالکِ حقیقی کے معاون ہیں۔

④ نہ ہی ان کی کوئی سفارش چلتی ہے۔

اب بتایئے! کسی غیر اللہ کو پوجنے یا پکارنے کا کوئی جواز باقی رہا؟

ایک مشرک انسان کس قدر ناقص العقل، بلکہ فاقد العقل اور معدوم العقل ہے جو غیر اللہ سے ناطہ جوڑے ہوئے ہے، جو اس کیلئے ایک ذرہ تک کے نفع کا اختیار نہیں رکھتے، اور اس مالکِ حقیقی سے پہلوتہی برتتے ہوئے ہے، جو زمین و آسمان کے تمام خزانوں کا مالک ہے۔ (واللہ المستعان)

درجِ ذیل آیاتِ کریمہ ہم سے کیا تقاضا کررہی ہیں؟

[قُلْ يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝][1]

''آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہوتو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، لیکن ہاں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے۔ اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں اور یہ کہ اپنا رخ یکسو ہوکر (اس) دین کی طرف کرلینا، اور کبھی مشرکوں

[1] یونس: ۱۰۵، ۱۰۴

میں سے نہ ہونا۔''

(۳) غیر اللہ سے استغاثہ

استغاثہ، دعا ہی کی ایک قسم ہے، ان دونوں میں عموم وخصوص کی نسبت ہے، دعا عام ہے جو ہر پکار پر بولی جاتی ہے، جبکہ استغاثہ سے مراد: مصیبت کے لاحق ہونے پر پکارنا، یہ پکارنا بھی عبادت ہے، اور ہر عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ][1]

''اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کردے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔''

سورۃ النمل میں فرمایا: [اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْۗءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاۗءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ][2]

''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو۔''

اس آیتِ کریمہ کے سوالیہ اسلوب، جسے اصطلاح میں استفہامِ انکاری کہا جاتا ہے،

[1] یونس:۱۰۷

[2] النمل:۶۲

میں انتہائی شدت کے ساتھ غیر اللہ سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کی نفی وارد ہے، اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی استفہامِ انکاری کے اسلوب میں [ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ] فرمایا، یعنی: کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ جبکہ آخر میں [قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ] فرما کر ان کے نصیحت قبول کرنے کے تمام راستے مسدود فرمادیئے۔

(۴) غیر اللہ کی پناہ طلب کرنا

استعاذہ (پناہ طلب کرنا) بھی ایک عظیم الشان عبادت ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ ایسی ذات کی پناہ طلب کرنا جو آپ کو پناہ دینے پر، نیز کسی بھی نقصان کے آپ تک پہنچنے نہ دینے پر قادر ہو، کیونکہ یہ صرف اللہ رب العزت ہی کی خوبی ہے، اس کے سوا کوئی پناہ دینے پر قادر نہیں، لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی پناہ طلب کرنے کا باقاعدہ حکم دیا: [وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ][1]

''اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو یقیناً وہ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

قرآن پاک کی آخری دو سورتیں جنہیں معوذتین کہا جاتا ہے، اس باب میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

(ألم تر آيات أنزلت الليلة لم ير مثلهن قط (قل أعوذ برب الفلق) و (قل أعوذ برب الناس))[2]

یعنی: کیا تم نہیں جانتے؟ رات مجھ پر کچھ آیات نازل کی گئی ہیں، ان جیسی آیات کبھی

[1] فصلت:۳۶

[2] صحیح مسلم:۱۸۹۱

دیکھی ہی نہیں گئیں: (قل أعوذ برب الفلق) اور (قل أعوذ برب الناس)

ایک حدیث میں (لم یتعوذ بمثلهن المتعوذون) یعنی: پناہ طلب کرنے کیلئے ان سے بہتر کوئی کلمات نہیں۔

آپ کے تدبر و تعقل کیلئے دونوں سورتیں، ترجمہ کے ساتھ پیش کئے دیتے ہیں، پڑھیے اور غور کیجئے کہ پناہ دینے والی کون ذات ہے؟ اور وہ کیسے کیسے خوفناک امور سے پناہ دینے کی قدرت رکھتا ہے؟ اس کے بعد غیر اللہ کی پناہ طلب کرنا پرلے درجے کی حماقت وسفاہت ہوگی، اور شرک تو ہے ہی جس کا انجام دائمی عذابِ جہنم ہے۔

[قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝]

"آپ کہہ دیجئے! کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی) اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے۔"

[قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝]

"آپ کہہ دیجئے! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے۔"

استعاذہ (پناہ طلب کرنا) توحید کا اہم ترین شعبہ ہے، اور یہ دونوں سورتیں استعاذہ کے تعلق سے سب سے بہترین سورتیں قرار پائی ہیں، لہٰذا رسول اللہ ﷺ یہ دو سورتیں بکثرت پڑھا کرتے تھے: ہر نماز کے بعد ایک ایک بار، مغرب اور فجر کے بعد تین تین بار، رات کو سوتے ہوئے تین تین بار پڑھ کر پورے بدن پر جہاں تک ہاتھ پہنچتے، ہاتھ پھیرا کرتے۔

غیر اللہ سے استعاذہ (پناہ طلب کرنا) شرک ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسے، دورِ جاہلیت کے شرک کی ایک صورت کے طور پر ذکر فرمایا ہے:

[وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝][1]

"بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔"

قصہ یہ ہے کہ جاہلیت کے دور میں جب لوگ کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتے یا دورانِ سفر کسی جنگل میں داخل ہوتے تو یہ جملہ کہا کرتے: (نعوذ بعزیز هذا الوادی من سفهاء قومه) یعنی: ہم اس وادی کے طاقتور اور سردار جن کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ اس کی قوم کے نادان جن ہمیں نقصان پہنچائیں۔

گویا غیر اللہ سے استعاذہ (پناہ طلب کرنا) شرک بھی ہے، اور امرِ جاہلیت بھی، جو آج بھی مختلف صورتوں کے ساتھ موجود ومروج ہے۔ (والعیاذ باللہ)

(۵) غیر اللہ کے نام کی نذر ماننا

واضح ہو کہ نذر بھی عبادت کی ایک قسم ہے، اور چونکہ ہر عبادت اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص

[1] الجن:٦

ہے،لہذا نذر بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے،جبکہ غیر اللہ کے نام کی نذر ماننا انتہائی غلیظ اور قبیح قسم کا شرک ہے،مثلاً: یوں کہنا کہ فلاں قبر والا،اگر میرا فلاں کام کردے تو میں اس کیلئے فلاں کام کروں گا،مثلاً: ذبح کرنا، دیئے جلانا، چادر چڑھانا،شیرینی تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ،تاکہ اس عمل سے اس کا کام بھی سنور جائے اور قبر والے کا مزید قرب حاصل ہوجائے۔

غور کیا جائے تو اس سارے عمل میں شرک کی بے شمار قباحتیں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نذر کو بطورِ عبادت پیش فرمایا ہے:

[يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا] [1]

’’جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے۔‘‘

وجہِ استدلال یہ ہے کہ نذر پوری کرنا،ابرار یعنی نیک بندوں کی خوبی ہے،جس پر وہ مدح کے مستحق ہیں،اور ہر وہ امر جو موجبِ مدح ہو،عبادت قرار پاتا ہے،لہذا نذر بھی عبادت ہوئی،جس کا مستحق صرف اللہ رب العزت ہے۔

افسوس! بندہ دن رات میں کئی بار [إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ] کا اقرار واعتراف کرتا ہے،لیکن غیر اللہ کے نام کی نذریں مان کر اپنے اس اعتراف کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے۔

(۶) قبر پرستی

آغازِ اسلام میں قبروں کی زیارت تک ممنوع تھی،پھر جب عقیدے مستحکم ہوگئے

[1] الدھر:۷

تو رسول اللہ ﷺ نے تذکیرِ آخرت کی خاطر،زیارت کی اجازت دیدی،البتہ خواتین کو زیارتِ قبور کے تعلق سے مستحقِ لعنت قرار دیا۔

مشروع زیارت کی صورت یہ ہے کہ قبرستان جا کر عمومی طور پر تمام اہلِ قبور کیلئے دعا کی جائے،نیز اپنے اعزاء واقارب جو اس قبرستان میں مدفون ہیں کیلئے بھی خصوصی دعا کی جاسکتی ہے۔

اس زیارت سے اپنی ذات کیلئے کوئی فائدہ مقصود نہ ہو،سوائے عبرت،نصیحت اور تذکیرِ آخرت کے،نیز یہ تصور بھی ہو کہ میرا یہ عمل اتباعِ سنت کے زمرہ میں ہے،نیز اس زیارت کیلئے کوئی لمبا سفر اختیار کرکے نہ جایا جائے؛ کیونکہ شریعت نے کسی قبر کی زیارت کیلئے سفر کرکے جانا حرام قرار دیا ہے اور صرف تین مساجد کیلئے شدِ رحال کی اجازت دی ہے: ① مسجد حرام ② مسجد نبوی ③ مسجد اقصیٰ۔

افسوس! آج قبروں اور قبرستانوں کے تعلق سے بہت سے ممنوع امور اختیار کر لئے گئے ہیں،جن میں سے بعض شرکِ اکبر ہیں جو ملت سے خارج کرنے کا سبب بنتے ہیں،جبکہ بعض امور وسیلۂ شرک ہونے کی بناء پر شرکِ اصغر کے زمرہ میں آتے ہیں۔

(والعیاذ باللہ)

چنانچہ اہلِ قبور کو پکارنا،ان سے استغاثہ کرنا،مدد طلب کرنا، ان کی پناہ طلب کرنا،دنیوی یا اخروی حاجات کا سوال کرنا، اس نیت سے دیئے جلانا نیز چادریں چڑھانا کہ ان کا قرب حاصل ہوجائے اور نتیجۃً ان کے کام سنور جائیں،قبروں پر سجدہ کرنا، ان کے ارد گرد طواف کرنا، یہ سب شرکِ اکبر ہے۔

جبکہ قبروں کو چھونا،اہلِ قبور کا توسل اختیار کرنا،قبروں کے پاس نماز پڑھنا،قبروں پر

دیئے جلانا، ان کے اوپر عمارتیں اور قبے بنانا، قبروں کو اونچا اور پختہ کرنا، یہ سب وہ حرام امور ہیں جو شرک کے اندر داخل ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ بن سکتے ہیں۔

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن أم سلمة رضی الله تعالیٰ عنها ذكرت لرسول الله ﷺ كنيسة رأتها بأرض الحبشة وما فيها من الصور، فقال: (أولئك إذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا وصوروا فيه تلك الصور، اولئك شرار الخلق عندالله)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک کنیسہ (گرجا گھر) کا ذکر کیا جو انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس میں کچھ تصویریں بھی نصب تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کا کوئی نیک شخص فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پہ مسجد بنالیتے اور اس میں تصویریں بھی نصب کرلیتے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب سے بدترین مخلوق ہے۔[1]

عن عائشة رضی الله عنها قالت: لما نزل برسول الله ﷺ طفق يطرح خميصة له على وجهه، فإذا اغتم بها كشفها، فقال وهو كذلك: (لعنة الله على اليهود والنصارىٰ، إتخذوا قبور أنبياءهم مساجد، يحذر ما صنعوا، ولولا ذلك أبرز قبره غير أنه خشي أن يتخذ مسجدا)

یعنی: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ پر مرض الموت کی شدت ہوئی تو آپ ﷺ اپنی چادر چہرے پر ڈال لیتے اور جب دم گھٹتا تو ہٹالیتے، اسی کیفیت میں آپ نے ارشاد فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ

[1] صحیح بخاری: ۴۲۷، صحیح مسلم: ۵۲۸

انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کے اس فعل کو ذکر کر کے اپنی امت کو ڈرانا چاہتے تھے، (یعنی آپ ﷺ کی قبر کے ساتھ وہ معاملہ نہ کیا جائے جو یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ کرڈالا) اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا تو آپ کی قبر بھی ظاہر کردی جاتی۔[1]

جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ بات رسول اللہ ﷺ نے اپنے انتقال سے پانچ دن قبل ارشاد فرمائی تھی۔[2]

عن ابن مسعود رضی الله عنه مرفوعا: (إن من شرار الناس من تدركهم الساعة وهم أحياء، والذين يتخذون القبور مساجد)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے بدترین وہ ہیں جو قیامت قائم ہوتے وقت زندہ ہوں اور وہ بھی ہیں جو قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے ہیں۔[3]

رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں یہ بھی فرمایا تھا: (اللهم لاتجعل قبري وثنا يعبد، إشتد غضب الله على قوم إتخذوا قبور أنبيائهم مساجد)

یعنی: اے اللہ! میری قبر کو پوجا گاہ نہ بنانا، اس قوم سے اللہ تعالیٰ شدید ناراض ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے ہیں۔[4]

غور کیجئے! قبروں پر سجدہ گاہ کی تعمیر، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی غرض سے کی جاتی تھی، جس

[1] صحیح بخاری: ۴۳۵، صحیح مسلم: ۵۳۱

[2] صحیح مسلم: ۵۳۲

[3] مسند احمد ۱/۴۰۵، صحیح ابن خزیمہ ۷۸۹، صحیح ابن حبان ۶۸۴۷

[4] موطا امام مالک: ۸۵

پر آپ نے شریعت کا ردِ عمل سن لیا، رسول اللہ ﷺ کے سخت ترین فرامین پڑھ لئے، تو اس شخص کا کردار کس قدر غلیظ اور قبیح ہوگا جو براہِ راست قبروں ہی کو پوجنا شروع کردے۔ (واللہ المستعان)

(۷) غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنا

جانوروں کی قربانی اور ذبح ایک گراں قدر عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر میں رسول اللہ ﷺ کو (الکوثر) کی نعمت عطا فرما کر، حقِ شکر کے طور پر دو مطالبے کئے: (۱) اپنے رب کیلئے نماز پڑھتے رہیں۔ (۲) اپنے رب کیلئے قربانی دیتے رہیں، چنانچہ فرمایا: [إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝][1]

''یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

یہی وجہ ہے کہ اللہ کیلئے جانوروں کی قربانی، رسول اللہ ﷺ کے منہج وعقیدہ میں شامل تھا:

[قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝][2]

''آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔''

غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنا بڑا بھیانک شرک ہے، بلکہ شرکِ اکبر ہے جس کا

[1] الکوثر: ۲،۱
[2] الانعام: ۱۶۳، ۱۶۲

ارتکاب، انسان کو ملت سے خارج کر دیتا ہے، اور جو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں عذاب کا موجب بن سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنے والے کو (ملعون) یعنی: مستحقِ لعنت قرار دیا گیا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ ایسا شخص آخرت میں تو عذابِ الیم جھیلے گا ہی، لیکن دنیا میں عذاب کا نشانہ بن سکتا ہے:

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: (حدثنی رسول اللہ ﷺ بأربع کلمات: لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ.... الحدیث) یعنی: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھے چار باتیں ارشاد فرمائیں، پہلی بات یہ کہ غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت.... الحدیث۔[1]

ذبح کے تعلق سے شریعتِ مطہرہ اس قدر باغیرت واقع ہوئی ہے کہ وہ جگہ جو کسی بھی دور میں بت پرستی کا مرکز رہی ہو یا اس میں کسی قسم کے میلے منعقد ہوتے ہوں، وہاں جا کر جانور ذبح کرنا ناجائز ہے، خواہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ الاسلام، محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب (کتاب التوحید) میں یہ باب قائم فرمایا ہے: (باب لایذبح للہ بمکان یذبح فیہ لغیر اللہ) یعنی: جس مقام پر غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کئے جاتے ہوں، وہاں اللہ تعالیٰ کے نام پر بھی ذبح کرنا ناجائز ہے، حدیث ملاحظہ ہو:

عن ثابت بن الضحاک قال: نَذَرَ رَجُلٌ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلاً بِبَوَانَةَ فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: "هَلْ كَانَ فِيهِ وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لاَ. قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا: لاَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لاَ

[1] صحیح مسلم: ۱۹۷۸

وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ وَلاَ فِيْمَا لاَ يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ .(رواه ابوداؤد واسناده على شرطهما)

سیدنا ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ایک شخص نے بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، پھر نبی ﷺ سے اس بابت سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا وہاں کبھی دورِ جاہلیت میں پوجے جانے والے بتوں میں سے کوئی بت رہا؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہاں کبھی کسی میلے یا عرس کا انعقاد ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب تم اپنی نذر پوری کر سکتے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر پوری کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس چیز میں جو ابن آدم کی ملکیت میں نہ ہو۔“ (اسے ابوداؤد نے روایت کیا، اور اسکی سند بخاری ومسلم کی شرط پر ہے)[1]

واضح ہو کہ غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنا شرکِ اکبر ہے، اور اللہ کے نام ایسے مقام پر جانور ذبح کرنا جو کسی بھی دور میں شرک یا میلوں وغیرہ کا مرکز رہا ہو، شرکِ اکبر تو نہیں لیکن شرکِ اکبر میں ملوث ہونے کا سبب بن سکتا ہے، نیز سابقہ ہونے والے شرک کی طرف قلبی میلان کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اس مقام پر جا کر ذبح کرنا، مشرکین کے ساتھ تشبہ تو ہے ہی، نیز کوئی دوسرا شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ یہ اسی پرانے شرکیہ عمل کا احیاء ہے، اور بہر حال یہ خطرہ تو منڈلاتا ہی رہے گا کہ شیطان کے وار سے ظاہری موافقت کہیں باطنی محبت اور موافقت میں تبدیل نہ ہوجائے۔(واللہ المستعان)

[1] یہ حدیث صحیح ہے۔سنن ابوداؤد (۳۳۱۳) سنن الکبریٰ بیہقی (۸۳/۱۰) معجم طبرانی کبیر (۱۳۴۱) التلخیص الحبیر (۱۸۰/۴)

(۸) کالا جانور ذبح کرنے کا تصور

سابقہ باب سے ثابت ہو چکا کہ غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنا شرک ہے۔

واضح ہو کہ کالا جانور ذبح کرنا، اس شرک کو مزید بھیانک اور خوفناک بنا دیتا ہے، عام طور پہ جادوگر قسم کے لوگ کالے جانور (بکرا یا مرغا وغیرہ) کا مطالبہ کرتے ہیں، جسے وہ جنوں کیلئے ذبح کرکے ان کا قرب ورضاء حاصل کرتے ہیں، تاکہ ان کے جادو کا عمل کامیاب ہوجائے، تو گویا کالے جانور کے ذبح میں شرک کی خطورت کے ساتھ ساتھ سحر یعنی جادو کی تقویت کا پروگرام بھی شامل ہے، یہ بات معلوم ہے کہ جادوگروں کو سیاہ رنگ پسند ہے؛ کیونکہ یہ رنگ ان جنوں کا پسندیدہ ہے جن کی ملی بھگت کے ساتھ وہ جادو کا عمل کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جادوگر لوگ، جن سے بڑھ کر مکروہ انسان شاید ہی دنیا میں پایا جائے، اپنے جادو کے عمل کیلئے اندھیروں کا انتخاب کرتے ہیں، بلکہ قبرستانوں کے ویرانوں میں، قبر نما گڑھوں میں بیٹھ کر اپنا مکروہ کام انجام دیتے ہیں، اس قماش کے لوگوں کو نور سے نفرت ہے، جبکہ ہمارا پورا دین نور ہی نور ہے۔(واللہ المستعان)

(۹) غلو

غلو کا لغوی معنی: حد سے بڑھنا۔

شرعی معنی: کسی بھی شئ کی شرعی حد سے تجاوز اختیار کرنا۔

انبیاء، اولیاء، علماء یا صالحین کی مدح میں غلو اختیار کرنا، شرکِ اکبر میں داخل ہونے کا موجب بن سکتا ہے۔

یہود، اللہ کے نبی عزیر علیہ السلام کی مدح میں غلو کا شکار ہوئے اور انہیں اللہ کا بیٹا بنا بیٹھے، اسی

طرح نصاریٰ، عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں غلو کے مرتکب ہو کر بڑے بھیانک شرکیہ امور میں داخل ہو گئے، بلکہ کافر قرار پائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ][1]

"یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔"

سورۂ توبہ میں یہود و نصاریٰ کے اسی غلو کے بھیانک نتائج کا ذکر فرمایا:

[وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝][2]

"یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔ اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔"

اسی طرح قومِ نوح کے افراد اپنے پانچ بزرگوں کے بارے میں غلو کے مرتکب ہوئے، جس کا نتیجہ بالآخر ان کی عبادت پر منتج ہوا، سورۂ نوح میں ان پانچ بزرگوں کے نام مذکور ہیں: [وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ڏ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝][3]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) یہ قومِ نوح

[1] المائدۃ:۱۷

[2] التوبۃ:۳۰

[3] نوح:۲۳

کے نیک بزرگوں کے نام ہیں، جب ان کا انتقال ہوا تو شیطان نے ان کے مجسمے بنانے کا مشورہ دیا، نیز یہ کہ ان مجسموں کو انہی بزرگوں کے نام سے موسوم کیا جائے، چنانچہ مجسمے بنا لئے گئے، مگر ان کی عبادت نہ کی گئی، پھر جب اگلی نسل آئی تو اس نے ان کی باقاعدہ عبادت شروع کر دی۔[1]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بہت سے علماءِ سلف سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قومِ نوح کے یہ صالحین جب فوت ہوئے تو ان کی قبروں کی مجاورت اختیار کی گئی، پھر ان کے مجسمے تیار کئے گئے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی عبادت شروع کر دی گئی۔"

واضح ہو کہ قومِ نوح کا ان بزرگوں کی عبادت کرنے کا شاخسانہ، درحقیقت غلو ہی قرار پائے گا۔

مشرکینِ مکہ (اللات) نامی نیک شخص کے بارے میں غلو کے مرتکب ہوئے اور نتیجہ اس کی عبادت کی صورت میں برآمد ہوا۔

غلو کی انہی تاریخی تباہ کاریوں کی بناء پر شریعت نے بڑی شد و مد کے ساتھ غلو کی مذمت کی اور سختی سے ممانعت فرمائی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰي مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

[1] صحیح بخاری:۴۹۲۰

وَكِيلًا ﴿١٧١﴾][1]

"اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (کن سے پیدا شدہ) ہیں، جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہیں اس لئے تم اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانو اور نہ کہو کہ اللہ تین ہیں، اس سے باز آ جاؤ کہ تمہارے لئے بہتری ہے، اللہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو، اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔"

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (إياكم والغلو فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو)

یعنی: غلو سے بچو، بلاشبہ تم سے قبل قوموں کو غلو نے برباد کر دیا۔[2]

دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (هلك المتنطعون)

یعنی: غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے۔[3]

واضح ہو کہ اگر کسی شخصیت کے بارے میں غلو یعنی حد سے بڑھنے کا ذرا سا بھی جواز ہوتا تو وہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہوتے، مگر آپ (ﷺ) کا واشگاف اعلان ملاحظہ ہو:

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال: (لا تطروني كما أطرت

[1] النساء: ۱۷۱

[2] مسند احمد ۱/۲۱۵، سنن نسائی ۵/۲۶۸، مستدرک حاکم ۱/۴۶۶

[3] صحیح مسلم: ۲۶۷۰

النصاری ابن مریم. إنما أنا عبد فقولوا: عبدالله ورسوله)

یعنی: مجھے میری حد سے نہ بڑھاؤ، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ان کی حد سے بڑھا دیا تھا، میں تو صرف (اللہ تعالیٰ کا) بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔[1]

افسوس! اس شدید ترین ممانعت کے باوجود، امتِ محمدیہ ﷺ میں بھی بہت سے افراد بالخصوص صوفیہ اور رافضہ وغیرہ غلو کا شکار ہو چکے ہیں، یہ غلو آج تک موجود ہے، بلکہ روز افزوں بڑھتا جا رہا ہے، کیوں نہ ہو، رسول اللہ ﷺ فرما گئے ہیں کہ تم لوگ سابقہ امتوں (یہود و نصاریٰ) کی ہو بہو پیروی کرو گے۔

چنانچہ یہ غلو ہی کے آثار ہیں کہ صالحین کو پوجا جا رہا ہے، ان کی قبروں کے طواف کئے جا رہے ہیں، ان سے استغاثہ اور استعاذہ کیا جا رہا ہے، مصائب میں انہیں پکارا جا رہا ہے، انہیں مشکل کشا، حاجت روا اور دستگیر تک سمجھا جا رہا ہے، حلال و حرام میں ان کے اقوال مقدم کئے جا رہے ہیں، ان کے نام جانور ذبح کئے جا رہے ہیں، ان کے نام کی نذریں مانی جا رہی ہیں، اور ان کی قسمیں تک کھائی جا رہی ہیں۔ (والعياذ بالله)

(۱۰) سحر (جادو)

سحر کا لغوی معنی: ایسی شئ جس کا سبب مخفی ہو۔

اصطلاحی اعتبار سے سحر کی مختلف صورتیں ہیں، یہاں ہم صرف اسی صورت پر مختصر بحث کریں گے جس کا تعلق توحید و شرک کے ساتھ ہے۔

[1] صحیح بخاری: ۳۴۴۵

سحر ایک ایسا عمل ہے جسے ساحر یعنی جادوگر، مختلف گرہوں، تعویذوں، طلسموں اور منتروں کی مدد سے، شیاطین کے استخدام کے ذریعے، مسحور پر نقصان کی صورت میں وارد کرتا ہے۔

یہ صریح شرک ہے؛ کیونکہ اس قسم کے عمل میں ارواحِ شیطانیہ سے مدد لی جاتی ہے اور جادوگر کے مذموم مقاصد کی تکمیل عمل میں آتی ہے، لہذا کسی بھی بندے کی توحید کی تکمیل اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک وہ کلی طور پہ سحر یعنی جادو کو خواہ کم ہو یا زیادہ ترک نہ کردے۔

پھر سحر کے شرک ہونے کا ایک سبب اور بھی ہے اور وہ یہ کہ اس میں علمِ غیب کے دعوے ہوتے ہیں، حالانکہ علمِ غیب اللہ رب العزت کے ساتھ مختص ہے، اس کے علمِ غیب میں کسی بندے کی مشارکت کا دعویٰ نہ صرف یہ کہ شرک ہے بلکہ ایسا کفر ہے جو اسے ملت سے خارج کردے گا۔

جادو کے عمل میں دیگر بہت سی خرابیاں بھی ہیں، مثلاً: قتل کا اقدام، دو محبت کرنے والوں (مثلاً بیوی اور شوہر) میں تفریق اور عقول کو مختل کرنے کی کوشش، بلکہ انسان کے دین تک کو بگاڑ دیا جاتا ہے اور بعض اوقات اسے اس کے فطری امور سے بھی روک دیا جاتا ہے۔

اسی لئے شریعت نے جادو کو سات مہلک گناہوں میں شمار کیا، چنانچہ فرمایا:

(اجتنبوا السبع الموبقات) یعنی: سات مہلک گناہوں سے بچو، جب صحابہ کرام نے ان کی بابت استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (الشرك و السحر...الحديث) یعنی:

شرک اور جادو...[1]

اس حدیث میں آپ ﷺ نے جادو کو نہ صرف یہ کہ تباہ کن گناہ قرار دیا، بلکہ اس کی شناعت کو مزید واضح کرنے کیلئے اسے شرک کے ساتھ جوڑ دیا۔

شریعت مطہرہ میں جادوگر کی سزا قتل قرار پائی ہے، چنانچہ جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حد الساحر ضربه بالسيف. یعنی: جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اس کی گردن تلوار کے وار سے اُڑا دی جائے۔[2]

واضح ہو کہ اس حدیث کو مرفوعاً وموقوفاً روایت کیا گیا ہے، اس کا مرفوع ہونا ضعیف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن یہ حدیث حکماً مرفوع ہی ہے؛ کیونکہ اس قسم کی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ (واللہ اعلم)

(۱۱) کہانت

کہانت بھی صراحۃً شرکیہ امور میں شمار ہوتی ہے؛ کیونکہ اس میں کسی نہ کسی طور علمِ غیب کا دعویٰ کیا جاتا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

[قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ؀]‏[3]

"کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی

[1] صحیح بخاری: ۲۷۶۶، صحیح مسلم: ۸۹
[2] جامع ترمذی: ۱۴۶۰
[3] النمل: ۶۵

غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟''

جو شخص اپنے بارے میں علمِ غیب کا دعویدار ہو وہ مشرک ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے کفر کا مرتکب ہے جو اسے ملت سے خارج کر دے گا، اور جو شخص کسی دوسرے شخص کے بارے میں علمِ غیب کا مدعی ہو وہ اسے اس صفت میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دینے جیسے مذموم عقیدہ کا مرتکب ہوا، یہ عقیدہ انسان کو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔

واضح ہو کہ کہانت ایک ایسا فن ہے کہ جس میں علم غیب اور مستقبل کی خبریں بتانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، اس کی بنیاد وہ خبر ہوتی ہے جو جن، فرشتوں کے کلام سے چرا کر کاہن کے کان میں ڈال دیتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ فی زمانہ موجود تو ہیں لیکن دورِ جاہلیت کے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شہابِ ثاقب کے ذریعے آسمانی خبروں کی حفاظت فرما دی ہے، البتہ جنوں کا اپنے دوست انسانوں کو غیب کی خبریں دینا اس زمانہ میں کافی حد تک موجود ہے، ایسے لوگ عام طور پر ولایت اور کشف کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کاہن ہیں، شیاطین کے بھائی ہیں، اور ولایت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

امام خطابی رحمہ اللہ کاہنوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ''کہ تیز طرار، شریر، خبیث النفس اور ناری طبیعتیں رکھنے والی قوم ہے، جنوں سے ان کا رابطہ ہوتا ہے، اور مختلف حوادث وواقعات کی بابت ان سے استفسار کرتے رہتے ہیں، چنانچہ وہ انہیں کچھ خبریں بتا دیتے ہیں جن کے ذریعے وہ لوگوں کی گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں۔''

کہانت کا عمل کس قدر مذموم ہے اور کاہن کے پاس جانا کتنی بھاری وعیدوں کا مشتمل ہے، دو حدیثیں ملاحظہ ہو:

(۱) عن بعض أزواج النبي ﷺ أنه قال: (من أتى عرافا فسأله عن شئ، لم تقبل له صلاة أربعين يوما)

یعنی: نبی ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ (ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے، چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہ کی جائے گی۔[1]

(۲) عن أبي هريرة عن النبي ﷺ: (من أتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد ﷺ)

یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسے سچ سمجھ لے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل وحی کے ساتھ کفر اختیار کر لیا۔[2]

اس سراسر شیطانی عمل کے متعلق، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝][3]

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں (اچٹتی) ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔''

امام قتادۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 'افاک' یعنی کذاب سے مراد کاہن ہیں، جو جنوں اور

[1] صحیح مسلم: ۲۲۳۰

[2] سنن ابی داؤد: ۴/۲۲۵، مسند احمد ۲/۴۰۸

[3] الشعراء: ۲۲۱ تا ۲۲۳

شیاطین سے خبریں لیکر لوگوں کو بتایا کرتے تھے۔

کہانت کا عمل دورِ جاہلیت سے جاری ہے، آج بھی بڑی تعداد میں کاہن اپنی دکانیں سجائے بیٹھے ہیں اور ایک خلقِ کثیر کی گمراہی کا سبب بنے ہوئے ہیں، ایسے لوگوں پر اظہار افسوس ہی کیا جاسکتا ہے جو وحیٔ الٰہی کے نور سے کنارہ کشی اختیار کرکے ان لٹیروں کی طرف رجوع کرکے اپنا دین اور دنیا دونوں لُٹا بیٹھتے ہیں اور مرتکبِ شرک ہوکر لوٹتے ہیں۔

(۱۲) طیرہ (بدشگونی)

کسی بھی جانور، پرندے، نام، آواز، جگہ یالفظ وغیرہ کو منحوس قرار دیکر، اس سے بدشگونی لینا 'طیرہ' یا 'تطیر' کہلاتا ہے، ویسے (طیر) کا اصل معنی پرندہ ہے؛ کیونکہ بدشگونی کے عقیدۂ باطلہ کا آغاز پرندوں سے ہوا تھا، چنانچہ دورِ جاہلیت میں کوئی شخص کسی اہم مقصد کیلئے گھر سے نکلتا، راستے میں جو پہلا پرندہ نظر آتا اسے اُڑا کر دیکھتا کہ وہ دائیں طرف گیا ہے یا بائیں طرف، اگر اس کی پرواز دائیں طرف ہوتی تو اس سفر کو بابرکت سمجھا جاتا، اور اگر بائیں طرف ہوتی تو اس سفر کو باعثِ نحس قرار دیا جاتا، اور وہ شخص واپس اپنے گھر لوٹ آتا۔

شریعتِ مطہرہ نے اسے شرک قرار دیا ہے؛ کیونکہ خیر وشر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اور ان کا حصول بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے ہوتا ہے، لہذا کسی مخلوق کو باعثِ خیر یا باعثِ شر قرار دینا اور دل کا اس مخلوق کے ساتھ معلق ہوجانا، توکل اور توحید کا خلل ہی کہلائے گا، ایسے شخص کا دل تعلق باللہ سے خالی ہوجاتا ہے اور وہ مخلوقات کے خوف میں مبتلا ہوجاتا ہے، جو سراسر توحید اور توکل کے ضعف کی علامت ہے اور شرک ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال: (لاعدوی ولاطیرۃ

ولاهامة ولاصفر)

یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عدوی (یعنی کسی مرض کا متعدی ہوکر بذاتہ کسی دوسرے کولاحق ہونا) کچھ نہیں، طیرہ (یعنی بدشگونی) کچھ نہیں، ھامہ (یعنی الو کی آواز سے بدشگونی لینا) کچھ نہیں، صفر (ایک مہینہ) کو نحوست کا باعث سمجھنا کچھ نہیں۔[1]

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ (الطیرۃ شرك، الطیرۃ شرك...الحدیث)

یعنی: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے...الحدیث[2]

اس حدیث کے آخر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ توکّل کی قوت سے بدشگونی ختم کردیتا ہے۔

عن ابن عمر مرفوعا: (من ردته الطیرۃ عن حاجته فقد أشرك، فقالوا: فما کفارۃ ذلك؟ قال: أن یقول: أللهم لاخیر إلا خیرك ولاطیر إلا طیرك، ولا إله غیرك)

یعنی: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا مروی ہے، جس شخص کو اس کی بدشگونی اس کی حاجت سے لوٹادے، اس نے شرک کیا، صحابہ نے عرض کیا: اس کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا: یوں کہے: (ترجمہ) اے اللہ! نہیں ہے کوئی خیر، مگر تیری طرف سے، اور نہیں

---

[1] صحیح بخاری: ۵۷۵۷، صحیح مسلم: ۲۲۲۰

[2] ابوداؤد: ۳۹۱۴، ترمذی: ۱۲۱۴، مسند احمد: ۱/۳۸۹، مستدرک حاکم ۱/۱۷

ہے کوئی بدشگونی مگر تیری طرف سے، اور نہیں ہے کوئی معبود مگر تو ہی۔[1]

آج ہمارے معاشرے میں یہ جاہلی عمل جو کہ سراسر شرک ہے، بدرجہ کمال موجود ہے، پرندوں بالخصوص طوطوں سے فال لینے کا عمل بکثرت پایا جاتا ہے، الو یا کوے کی آواز سن کر لوگ ڈر جاتے ہیں کہ کوئی شر نازل ہونے والا ہے یا کسی کی موت واقع ہونے والی ہے، کالی بلی کا راستہ کاٹ جانا بھی باعثِ نحس سمجھا جاتا ہے، صفر کے مہینے کو بھی منحوس قرار دیا جاتا ہے، چنانچہ اس مہینے میں سفر وغیرہ سے گریز کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ بدھ کے دن کو بھی بہت سے لوگ منحوس قرار دیتے ہیں۔(والعیاذ باللہ)

یہ پراگندہ عقیدے کے لوگ، پوری طرح شرک کی زد میں ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کوئی مخلوق، کوئی مقام، کوئی دن یا مہینہ باعثِ نحس نہیں، بلکہ مبارک ہی مبارک ہے، کسی بھی شیٔ میں نحوست تو انسان کی اپنی بدکرداری سے پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ سورۂ یسین میں مذکور ان تین انبیاء نے جو ایک بستی کی طرف مبعوث کئے گئے تھے نے اپنی قوم سے فرمایا تھا، مکمل مضمون ملاحظہ ہو:

[وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٣﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿١٥﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوْا

[1] مسند احمد ۲/۲۲۰

طَاۗىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿١٩﴾][1]

''اور آپ ان کے سامنے ایک مثال (یعنی ایک) بستی والوں کی مثال (اس وقت کا) بیان کیجئے جب کہ اس بستی میں (کئی) رسول آئے جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے (اول) دونوں کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے تائید کی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم نرا جھوٹ بولتے ہو ان (رسولوں) نے کہا ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے انہوں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے، کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جائے بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔''

ان آیاتِ مبارکہ میں انبیاء کا اپنی قوم سے یہ کہنا: (تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔) سے ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی طرف اشارہ ہے، جو ان کیلئے سراسر باعثِ نحس ہیں۔(واللہ المستعان)

(۱۳) النشرۃ (جادوزدہ انسان سے جادو اتارنا)

مسحور یعنی جادوزدہ انسان سے جادو اتارنے کا عمل، (النشرۃ) کہلاتا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے نشرہ کی بابت سوال کیا گیا، تو آپ نے

[1] یسین: ۱۳ تا ۱۹

فرمایا:(ھی من عمل الشیطان)

یعنی: جادوزدہ انسان سے جادو اتارنا، شیطانی عمل ہے۔[1]

حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:(لایحل السحر إلا ساحر)

یعنی: جادو تو جادوگر ہی اتارتا ہے۔[2]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جادوزدہ انسان سے جادو اتارنے کی دو صورتیں ہیں: ایک کہ جادو کو، جادو ہی کے ذریعے اتارا جائے، یہ شیطانی عمل ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ جادو کو شرعی دم، دعاؤں اور آیاتِ قرآنی کے ذریعہ اتارا جائے، یہ بالکل جائز اور مباح ہے۔''[3]

واضح ہو کہ جادو کو جادو کے ذریعے اتارنا، یا کسی بھی مرض کا بذریعہ جادو علاج کرنا، صریح شرک ہے؛ کیونکہ جادو کے عمل میں شیاطین اور جنوں سے مدد لی جاتی ہے اور جادوگر کو جنوں کے تقرب کی خاطر بہت سے ناجائز امور کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، خواہ وہ امور کفر ہوں یا شرک، جادوگر کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔(والعیاذ باللہ)

(۱۴) نجومیوں کا شرک

تنجیم، نجم سے ہے، جس کا معنی: ستارہ ہے۔

---

[1] ابوداؤد: ۳۸۶۸، مسند احمد ۳/ ۲۹۴

[2] صحیح بخاری معلقاً ۱۰/ ۲۳۲

[3] زاد المعاد ۴/ ۱۲۴

یہاں تنجیم سے مراد دو چیزیں ہیں: ① علمِ نجوم سیکھنا ② ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا۔

واضح ہو کہ یہ دونوں چیزیں ناجائز ہیں، شرک کی انتہائی قبیح صورتیں ہیں اور بعض شکلیں تو ایسا کفر ہیں جو بندے کو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔

ستاروں کی تاثیر کے تعلق سے تین حقائق قابلِ غور ہیں، ضروری ہے کہ انہیں اچھی طرح جان لیا جائے تا کہ شرک یا کفر میں وقوع سے سلامتی اور عافیت حاصل ہو سکے:

① ستاروں کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ بذاتِ خود مؤثر یا فاعل ہیں، گویا زمین پر ظاہر ہونے والے حوادث، ستاروں ہی کے پیدا کردہ ہیں، یہ عقیدہ صریح شرک، بلکہ شرکِ اکبر ہے؛ کیونکہ اس عقیدہ کا حامل، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسری شئ کے خالق ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، یہ ایک ایسا شرک ہے جو کفر قرار پا کر بندے کے ملت سے خارج ہونے کا باعث بنتا ہے۔

② دوسری حقیقت یہ ہے کہ ستاروں کے اندر تاثیر کے عقیدے کی نوعیت یہ ہو کہ ستاروں کی حرکات اور تغیرات کو، مستقبل کے امور کی معرفت کا سبب قرار دیا جائے، یہ عقیدہ دعوئ علمِ غیب کے مترادف ہے، مثلاً: یوں کہنا کہ فلاں شخص کا فلاں ستارہ ہے (یعنی اس کی پیدائش کے وقت فلاں ستارہ موجود تھا) لہذا اس شخص کی زندگی شقاوتوں اور مشقتوں میں گھری ہوگی، اور فلاں شخص کا فلاں ستارہ ہے، جو اس کی آنے والی زندگی کی سعادتوں اور برکتوں کا باعث ہے۔

یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے، جو کہ شرک بھی ہے اور ایسا کفر بھی جو ملت سے خارج کرنے کا سبب ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ

يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾][1]

''کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟''

③ تیسری حقیقت یہ ہے کہ زمین میں ظاہر ہونے والے حوادث کو، خواہ وہ خیر ہوں یا شر، ستاروں سے مربوط ہونے کا عقیدہ رکھنا، چونکہ اس قسم کا اعتقاد، حوادث کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ظاہر ہوتا ہے لہذا یہ علمِ غیب کا دعویٰ تو نہیں، لیکن شرکِ اصغر ضرور ہے، جس کی خطورت یہ ہے کہ آگے چل کر یہی اعتقاد علمِ غیب کے ادعاء کا سبب بن سکتا ہے، ہر وہ چیز جو شرکِ اکبر میں داخل ہونے کا سبب بن سکتی ہو، شرکِ اصغر ہے۔

الغرض تنجیم یعنی ستاروں میں تاثیر کے اعتقاد کی کوئی شکل شرک کے حکم سے خالی نہیں، جبکہ بعض صورتیں شرکِ اکبر اور کفر قرار پاتی ہیں۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی الله عنه قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى آثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ.

ترجمہ: (زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں فجر کی نماز پڑھائی جبکہ رات کچھ بارش بھی برسی تھی آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی

[1] النمل: ٦٥

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے: لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (میرے بندوں میں سے کچھ مؤمن ہو گئے اور کچھ کافر، جس نے کہا ہمیں یہ بارش اللہ کے فضل ورحمت سے عطا ہوئی ہے، وہ میرے ساتھ ایمان رکھنے والا اور ستاروں کی تاثیر کا انکار کرنے والا ہے، اور جس نے کہا کہ اس بارش میں فلاں ستارے کی تاثیر ہے، وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں کے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے)[1]

واضح ہو کہ بعض لوگ جرائد ومجلّات میں شائع ہونے والے ستاروں کی برجوں سے قسمت کے احوال جاننے کی کوشش کرتے ہیں ان کا یہ کردار بھی از قبیلِ شرک ہے، چنانچہ اگر وہ ان نجوم وافلاک کے قسمت کے تعلق سے اثر انداز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو وہ مشرک ہیں اور اگر محض تسلی کے لئے ستاروں کے ان احوال کو پڑھتے ہیں تو وہ نافرمان اور گنہگار ہیں۔

اور شرک پر مشتمل تحریر پڑھ کر تسلی لینا جائز نہیں ہے، پھر اس پر مستزاد یہ کہ ممکن ہے شیطان ان کے دل میں ان کی تاثیر کا عقیدہ بٹھانے میں کامیاب ہو جائے۔ تو ثابت ہوا کہ اس قسم کی تحریروں کو محض تسلی کیلئے پڑھنا بھی شرک کا بدترین وسیلہ اور ذریعہ بن سکتا ہے۔

واضح ہو کہ بعض لوگ زمینی حوادث کو، فلکی تغیرات میں مؤثر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہ بھی عقیدہ کا بگاڑ اور بہت بڑا انحراف ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ابراھیم فوت ہوا، اور اسی دن اللہ

[1] بخاری: کتاب الاستسقاء: باب قول اللہ تعالی [وتجعلون رزقکم انکم تکذبون]

تعالیٰ کے امر سے سورج گرہن کا واقعہ رونما ہوا، تو بعض لوگوں نے سورج گرہن کو آپ ﷺ کے بیٹے کی وفات سے مربوط کر دیا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مشہور شخص کی پیدائش یا موت پر سورج یا چاند کو گرہن لگتا ہے، گویا زمینی واقعات وحوادث کی بھی، آسمانی تغیرات میں ایک تاثیر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے باوجود یکہ اس روز بیٹے کے فراق کی بناء پر حزین وملول تھے، مگر اس عقیدۂ فاسدہ کی تفنید وتردید ضروری سمجھی، آپ نے لوگوں کے اجتماع میں یہ اعلانِ حق فرمایا:

(إن الشمس والقمر آيتان من آيات الله لاينخسفان لموت أحد ولالحياته فإذا رأيتم ذلك فاذكروا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا)

یعنی: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انہیں نہ تو کسی کے مرنے پر، نہ کسی کے پیدا ہونے پر گرہن لگتا ہے، پس جب تم گرہن دیکھو تو فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر، تکبیر اور نماز کی طرف لاچار ہو جاؤ اور صدقہ بھی دو۔[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کائنات میں رونما ہونے والی ہر تبدیلی، خواہ وہ آسمانوں میں ہو یا زمین پر، اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے۔

زمینی حوادث میں نہ تو آسمانی تغیرات کی کوئی تاثیر ہے اور نہ ہی آسمانی تغیرات میں زمینی حوادث کسی طرح مؤثر ہیں، تمام تغیرات اللہ تعالیٰ کے امر سے ہوتے ہیں۔ (ألا له الخلق والأمر)

واضح ہو کہ ستاروں کے تعلق سے وہ علم جس کی مدد سے بر وبحر میں جہات اور طرق کا تعین ممکن ہوتا ہے، اسی طرح چاند کی منازل کے تعلق سے موسموں کے احوال وغیرہ کی

[1] صحیح بخاری: ۱۰۴۴

معرفت میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ وہ سائنسی علوم ہیں جو بندوں کی منفعت کا باعث ہیں، اگرچہ بعض سلف نے ان کی بھی بعض صورتوں میں تحفظات کا اظہار کیا ہے، مگر قولِ راجح یہی ہے کہ ان علوم سے انتفاع درست ہے۔

(۱۵) رفع بلاء کیلئے دھاگہ یا چھلہ وغیرہ پہننا نیز تعویذ کا حکم

واضح ہو کہ رفعِ بلاء کیلئے دھاگہ یا چھلہ وغیرہ کا استعمال ناجائز ہے، اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان چیزوں کو پہننے والے کا عقیدہ اگر یہ ہے کہ یہ چیزیں دفعِ بلاء کیلئے بذاتِ خود مؤثر ہیں تو بلاشبہ یہ شخص شرکِ اکبر کا مرتکب ہے، اور اگر وہ ان اشیاء کو بذاتِ خود مؤثر نہیں مانتا، لیکن سبب مانتا ہے، تو یہ چیز شرکِ اصغر ضرور قرار پائے گی؛ کیونکہ یہ معاملہ شرکِ اکبر میں داخل ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے، اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے چھلے یا دھاگے کو کہیں بھی دفعِ بلاء کا سبب قرار نہیں دیا، اس شخص کا سبب قرار دینا ایک طرح کی شریعت سازی قرار پاسکتی ہے۔

تعویذ باندھنے والی کی نیت اگر اس تعویذ پر بھروسہ اور توکل کی ہے تو یہ شرک ہے اور اگر اللہ تعالیٰ پر توکل کی ہے تو پھر اس پر بدعت کا حکم لگے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے تعویذ دینا یا باندھنا ثابت نہیں، آپ ﷺ نے ہمیشہ دم کیا ہے، ہمیں بھی رقیۂ شرعیہ پر اکتفاء کرنا چاہئے۔

واضح ہو کہ کسی مشروب مثلاً: پانی یا دودھ وغیرہ پر دم کرنا بھی نبی ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ آپ ﷺ نے پانی یا برتن میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا فِي يَدِهِ حَلْقَةٌ مِنْ صُفْرٍ فَقَالَ مَا هٰذِهِ؟ قَالَ مِنَ الْوَاهِنَةِ فَقَالَ: "اِنْزِعْهَا فَإِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا

فَاِنَّكَ لَوْ مُتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا اَفْلَحْتَ اَبَداً ۔" (رواہ احمد بسند لا بأس به)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا چھلا دیکھا، فرمایا: تجھ پر افسوس! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ واھنہ (کمزوری) کے مرض کے علاج کیلئے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اتار پھینک، یہ تمھیں کمزوری کے علاوہ کوئی فائدہ نہ دیگا اور اگر اس چھلے کو پہنے ہوئے تجھے موت آ گئی تو تو کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔" (اس حدیث کو امام احمد نے ایک ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں)[1]

مقامِ غور ہے کہ چھلے، دھاگے یا کڑے وغیرہ کو شریعت نے نہ صرف یہ کہ دفعِ بلاء کا سبب نہیں مانا، بلکہ سبب ہونے کا انکار بھی کیا اور اس کے نقصان سے بھی آگاہ کیا۔

عَنْ اَبِيْ بَشِيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ "فَاَرْسَلَ رَسُوْلاً اَنْ لَّا يُبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِّنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلاَّ قُطِعَتْ"

ابو بشیر الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ ﷺ نے اپنا ایک نمائندہ بھیجا (جو لوگوں میں یہ اعلان کر دے) کہ "کسی اونٹ کی گردن میں کمان کی تار کا قلادۃ باقی نہ رہنے دیا جائے بلکہ اسے کاٹ دیا جائے۔"[2]

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ

[1] مسند احمد (۲۰۰۲۰ ج۷، مسند عمران بن حصین) سنن ابن ماجہ (۳۵۳۱) صحیح ابن حبان (۱۴۱۰) مستدرک الحاکم (۴/۲۱۶) سلسلۃ الضعیفۃ، رقم: (۱۰۲۹)

[2] صحیح بخاری، کتاب الجہاد (۳۰۰۵) صحیح مسلم، کتاب اللباس (۲۱۱۵)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور "تولہ" یعنی محبت پیدا کرنے کے منتر شرک ہیں۔"[1]

جھاڑ پھونک سے مراد ایسے اوراد ہیں جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوں، یہ قطعی ناجائز ہیں؛ کیونکہ شرک ہیں، البتہ قرآنی ادعیہ اور مسنون اذکار کے ساتھ دم کرنا درست ہے۔

واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے تعویذ لٹکانے یا باندھنے والے کیلئے بددعا فرمائی ہے:

عن عقبة بن عامر رضی الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ: (من علق ودعة فلا ودع الله له، ومن علق تميمة فلا أتم الله له)

یعنی: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے (رفعِ بلاء کیلئے) کوڑی یا منکا وغیرہ باندھا، اللہ اس کی حفاظت نہ کرے، اور جس شخص نے تعویذ لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری نہ فرمائے۔[2]

عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تعویذ کے شرک ہونے کا سبب ذکر فرمایا ہے، ارشادِ گرامی ہے: (من تعلق شيئا وكل إليه) یعنی: جو شخص کوئی چیز لٹکائے، وہ اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ توکل علی اللہ، توحید کی اصل روح ہے، جبکہ توکل علی غیر اللہ، توحید کے منافی ہے اور صریح شرک ہے۔ (والعیاذ باللہ)

[1] یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ مسند احمد (۳۶۱۵ ج۲) سنن ابوداؤد (۳۸۸۳) سنن ابن ماجہ (۳۵۳۰) مستدرک الحاکم (۴/۴۱۸) امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، اور امام ذھبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

[2] مسند احمد: ۴/۱۵۴، مستدرک حاکم: ۴/۲۱۸

(۱۶) کسی درخت یا پتھر وغیرہ سے برکت لینا

کسی درخت، پتھر، قبر یا زمین کے کسی بھی ٹکڑے سے برکت لینا، انہیں چھونا یا حصولِ برکت کیلئے ان کے قریب بیٹھنا یہ سب اعمالِ مشرکین سے تھا، لہذا شرک قرار پائے گا؛ کیونکہ برکت تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے حکم سے حاصل ہوتی ہے، یا پھر ایسی شئ سے جسے خود اللہ تعالیٰ نے باعثِ برکت قرار دیا ہو، جیسے قرآن مجید کو [کتاب مبارک] یعنی بابرکت کتاب کہا ہے، اسی طرح حجر اسود اور رکنِ یمانی کو چھونا باعثِ برکت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں شامل ہے، یعنی: حجر اسود کو بوسہ دینا یا رکنِ یمانی کو چھونا، چونکہ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے، لہذا یہ عمل خالق و مالک کی تعظیم قرار پائے گا۔

جبکہ اگر ہم اپنی رائے سے کسی درخت یا پتھر یا جگہ کو بابرکت قرار دیں گے تو یہ سراسر مخلوق کی تعظیم قرار پائے گی نیز انہیں بابرکت قرار دینے میں شرک کا عنصر بھی رہے گا؛ کیونکہ برکت کا معنی کسی بھی شئ میں نمو اور زیادتی کی طلب ہے، جو صرف اللہ تعالیٰ کی عطاء سے حاصل ہوسکتی ہے۔

کسی بھی حجر یا شجر میں برکت کا عقیدہ رکھنے میں ایک قباحت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس حجر یا شجر کی غایت درجہ تعظیم پیدا ہوجائے جو آگے چل کر شرکِ اکبر میں داخل ہونے کا سبب بن جائے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حصولِ برکت کے اس قسم کے عقیدے کی بیخ کنی فرمائی:

عن ابی واقد اللیثی رضی اللہ عنہ قال: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلٰی حُنَیْنٍ وَنَحْنُ حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ، وَلِلْمُشْرِكِيْنَ سِدْرَةٌ يَعْكِفُوْنَ عِنْدَهَا، وَيَنُوْطُوْنَ بِهَا اَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا: ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ

كَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِنَّهَا السُّنَنُ، قُلْتُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ. قَالَ: اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ، لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. (رواہ الترمذی وصححہ)

سیدنا ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف گئے اس وقت ہم نے کفر کو نیا نیا چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا، مشرکین کا ایک بیری کا درخت تھا جس کے پاس قیام کرنا، اور اس پر اپنا اسلحہ لٹکانا وہ باعثِ برکت خیال کرتے تھے۔ اس درخت کا نام ذاتِ انواط تھا، ہم بھی ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جیسا ان مشرکین کیلئے ایک ذاتِ انواط ہے ویسا ہمارے لئے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر فرمادیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا: (سابقہ قوموں کے یہ) طور طریقے رہے ہیں، مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم نے بالکل وہی بات کہی ہے جو بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ ’’ہمارے لئے بھی کوئی معبود بنادیجئے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں‘‘، تم بڑی جہالت اور نادانی کی بات کہہ گئے، تم سابقہ قوموں کے طریقوں پہ چلوگے!! (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور اسکو صحیح کہا ہے)[1]

دورِ حاضر کے ذاتِ انواط

امام ابوبکر الطرطوشی جو علمائے مالکیہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، دیکھو! تمہیں جہاں کہیں کوئی بیری کا یا عام سا ایسا درخت نظر آئے جس کا لوگ قصد

[1] یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد (۲۱۹۵۹) ج۸، مسند ابو واقد اللیثی) سنن ترمذی (۲۱۸۰) صحیح ابن حبان (۱۸۳۵)

کرتے ہوں، اس کی تعظیم برلاتے ہوں، ان کی طرف سے صحت وشفاء کی امیدیں وابستہ کرتے ہوں اور ان پر کیلیں ٹھوکتے ہوں یا کپڑے اور دھاگے لپیٹتے ہوں تو وہ آج کے دور کا ''ذاتِ انواط'' ہے اسے کاٹ ڈالو''

حافظ ابو محمد عبدالرحمن بن اسماعیل الشافعی جو ابوشامہ کنیت کے ساتھ معروف تھے، اپنی کتاب "البدع والحوادث" میں فرماتے ہیں: ''شرک کی ایک صورت جو آج کے دور میں ایک ابتلاء وفتنہ بن کر پھیل چکی ہے اور جسے شیطانِ لعین نے عامۃ الناس کیلئے بڑا مزین بنا کر پیش کیا ہے، یہ ہے کہ شیطانی القاء سے کچھ دیواروں، ستونوں یا مخصوص جگہوں کی تخلیق وتعیین عمل میں آتی ہے اور شیطان کا کوئی نہ کوئی چیلا اٹھ کھڑا ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ میں نے خواب میں وہاں فلاں مشہور ولی کا ڈیرہ دیکھا ہے، بس پھر کیا ہے لوگ اس جگہ کو محفوظ کر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے فرائض اور رسول اکرم ﷺ کی سنتوں کو یکسر نظر انداز کر کے انہیں کی تعظیم وتقرب میں کمر بستہ وکوشاں رہتے ہیں، ان جگہوں کی تعظیم انکے دلوں میں راسخ ہو جاتی ہے، پھر اپنے بیماروں کیلئے ان سے شفاء کے امیدوار بن جاتے ہیں اور اپنی حوائج وضروریات کی خاطر ان کیلئے نذریں اور منتیں مان لیتے ہیں، اس قسم کے بہت سے چشمے، دیواریں، درخت اور پتھر موجود ہیں۔ حافظ ابوشامہ نے دمشق شہر میں موجود ایسے کئی مقامات کا تذکرہ کیا۔ پھر فرمایا: اس قسم کے تمام مقامات ''ذاتِ انواط'' کا حکم رکھتے ہیں جس کا تذکرہ حدیثِ رسول اللہ ﷺ میں وارد ہے، اللہ تعالیٰ ان مقامات کو کاٹنے، توڑنے بلکہ جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی توفیق عطا فرمائے''

ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ کی حدیثِ مذکور میں، رسول اللہ ﷺ کی غیرتِ توحید مترشح ہوتی ہے، چنانچہ آپ کے ساتھ چلنے والے لوگوں نے تو صرف ایک درخت کا مطالبہ کیا تھا، تاکہ

اس سے برکتیں حاصل کرتے رہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس مطالبہ کو بنی اسرائیل کے مطالبہ کے مساوی قرار دیا، حالانکہ بنی اسرائیل کا مطالبہ تو پورے ایک الٰہ کے تعلق سے تھا، اب کہاں ایک درخت کا مطالبہ اور کہاں پورے الٰہ کا مطالبہ، ثابت ہوا کہ شرک انتہائی بھیانک ہے، خواہ وہ ایک ذرہ کے برابر ہو یا پہاڑ کے۔ **(والعیاذ باللہ)**

(۱۷) شفاعتِ باطلہ

شفاعت سے مراد کسی کو اللہ تعالیٰ کیلئے سفارشی سمجھنا یا بنانا، شفاعت کا توحید وشرک کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے، مشرکینِ مکہ خود شرک کے نام سے متنفر تھے اور جو وہ ملائکہ، انبیاء اور اولیاء یا صالحین کی شکلوں کے مجسموں کو پکارا کرتے، جو کہ صریح شرک ہے، کے دفاع کیلئے یہ بہانہ بناتے کہ یہ تو محض حصولِ شفاعت کیلئے ہے، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا عظیم مقام ومرتبہ حاصل ہے، بہت بڑے جاہ وشرف کے مالک ہیں، لہذا انہیں پکار کر خوش کرنے سے ان کی شفاعت کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں ان کی قوی ترین حجت یہ تھی کہ جیسے دنیا کے ملوک وسلاطین کے تقرب کیلئے ان کے وزیروں اور مشیروں کی شفاعت نیز ان کا قرب درکار ہوتا ہے، اور اپنی حاجات وضروریات کے ادراک کیلئے انہیں وسیلہ وواسطہ بنانا پڑتا ہے، اسی طرح اللہ رب العالمین جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، کے تقرب کیلئے اولیاء وصالحین وغیرہ کو پکارنا پڑتا ہے۔

یہ کتنا بڑا ستم ہے کہ وہ اللہ جو ملک الملوک اور ملک الاملاک ہے، العلی العظیم ہے، جبار وقہار ہے، جس کے سامنے ساری مخلوق جھکتی ہے، اور اس کے خوف وہیبت میں مبتلا ہے، اسے ان بادشاہوں سے تشبیہ دی جائے جو فقیر ہیں، اور جو واقعی وزیروں

اور مشیروں کے محتاج ہیں، تاکہ ان کی مدد سے ان کی مملکت کے امور چل سکیں، اور ان کی قوت کا نفوذ ممکن ہو سکے، دنیا کے بادشاہوں کا نظامِ مملکت تو ان وزیروں اور مشیروں کے بغیر چل ہی نہیں سکتا، چنانچہ وقت کے حاکم مختلف وزارتیں تشکیل دیکر اور ان پر اپنے لوگ مقرر کر کے اپنا نظام چلانے کی کوشش کرتے ہیں، اکیلے اس لئے نہیں چلا سکتے کہ یا تو ان میں علم کی کمی ہوتی ہے، یا صلاحیت کی، یا قدرت وطاقت کی۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں یا اس کے علم وقدرت میں ایسا کون سا نقص دیکھا گیا ہے، جو اس کے شرکاء وشفعاء مقرر کر ڈالے؟ کیا اللہ تعالیٰ جو علیم وقدیر ہے اپنی قدرت کے نفوذ کیلئے ان کے نامزد کردہ شفعاء کا محتاج ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق ہے، اور پوری کائنات کا مالک ہے، لہذا پوری شفاعت کا مالک بھی اللہ رب العزت ہے، اس کا فرمان ہے:

[قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝] [1]

"کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مالک ومختار اللہ ہی ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لیے ہے تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔"

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے، اسی طرح ہر قسم کی شفاعت کا مالک بھی ہے، لہذا اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی شافع (یعنی شفاعت کرنے والا) نہیں بن سکتا، نیز اس کی مرضی کے بغیر کوئی مشفوع (یعنی:

[1] الزمر:۴۴

جس کیلئے شفاعت کی جائے) نہیں بن سکتا، یہی شفاعتِ حق ہے، اس کے سوا تمام شفاعتیں باطل ہیں، بلکہ سب سے بڑا باطل ہیں؛ کیونکہ ان کی اساس اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف نقائص منسوب کرنے پر ہے۔ (والعیاذ باللہ)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ سے قبل والی آیت میں بقیہ تمام شفاعتوں کو باطل قرار دیا، چنانچہ فرمایا:

[اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝] [1]

"کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا (اوروں) کو سفارشی مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجئے! کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔"

دوسرے مقام پر فرمایا: [وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝] [2]

"اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع، اس امید پر کہ وہ ڈر جائیں۔"

آیۃ الکرسی جو قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت ہے، میں ارشاد فرمایا:

[مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ] [3]

[1] الزمر:۴۳
[2] الانعام:۵۱
[3] البقرة:۲۵۵

"کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے۔"

یہ آیتِ کریمہ بڑی صراحت کے ساتھ اس حقیقت کو عیاں کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی شافع ہو ہی نہیں سکتا، یہ اللہ تعالیٰ کے کمالِ ملک کی دلیل ہے کہ اس کے پاس کسی کو بات کرنے کی جرأت یا ہمت نہیں ہوگی، چہ جائیکہ شفاعت؟

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: **(أنا أول شافع وأول مشفع...الحديث)**

یعنی: میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور پہلا وہ شخص ہوں گا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ [1]

گویا آپ ﷺ کو شافع ہونے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن حاصل ہے، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ روزِ قیامت جب شفاعت کیلئے تشریف لائیں گے تو سجدہ میں گر جائیں گے، اس سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی طویل حمد وثناء بیان فرمائیں گے، گویا آتے ہی شفاعت کرنے کی ہمت نہیں پائیں گے، بالآخر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: **(إرفع رأسك، وقل تسمع، واشفع تشفع)**

یعنی: اپنا سر اٹھایئے، اور بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی، اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ [2]

بلکہ یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ مشفوع بھی، اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے اذن سے ہوگا، یعنی: وہ شافع جسے شفاعت کرنے کا اذن حاصل ہو چکا ہو، اپنی مرضی سے مشفوع کا تعین نہیں کر سکے گا، تو یہ شرک کرنے والے اور واسطے وسیلے ڈھونڈنے والے کس بھول

---

[1] صحیح مسلم: ۵۹۴۰

[2] مکمل حدیث شفاعت دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، صحیح مسلم، کتاب الایمان

میں ہیں، یا کس خوش فہمی میں ہیں، جنہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر شافع بنائے بیٹھے ہیں، جن کے پاس شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا، بھلا وہ انہیں مشفوع بنا پائیں گے؟ جبکہ جنہیں شفاعت کا اختیار دیا جائے گا وہ بھی اپنی مرضی سے مشفوع کا تعین نہیں کر پائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝۲۸] [1]

"وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن (کی شفاعت) سے اللہ خوش ہو وہ تو خود ہیبتِ الٰہی سے لرزاں وترساں ہیں۔"

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کی شفاعت پر راضی ہوگا جو اہلِ توحید ہیں اور اخلاص کے ساتھ ہر عمل انجام دینے والے ہیں۔

عن أبي هريرة أنه قال: قيل يا رسول الله! من أسعد الناس بشفاعتك يوم القيامة؟ قال رسول الله ﷺ: لقد ظننت يا أبا هريرة! أن لا يسألني عن هذا الحديث أحد أول منك لما رأيت من حرصك على الحديث، أسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال: لا إله إلا الله خالصا من قلبه أو نفسه.

یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: وہ کون خوش نصیب لوگ ہیں، جن کی آپ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوھریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے یہ اہم سوال کوئی نہیں کرے گا؛ کیونکہ میں تمہاری طلبِ حدیث کی حرص جانتا ہوں، قیامت کے دن میری شفاعت صرف ان خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہوگی جو اپنے دل سے خالص ہو کر (لا الہ الا اللہ)

---

[1] الانبیاء: ۲۸

کا اقرار واعتراف کرنے والے ہوں۔[1]

یعنی: نہ تو (لا الہ الا اللہ) کے فہم میں کوئی کجی ہو، نہ اس کی گواہی میں کسی قسم کا خلل یا تضاد ہو، نہ اس کے تقاضوں پر عمل میں ایک ذرہ برابر شرک کی آمیزش ہو، حتی کہ ریا کاری بھی نہ ہو جو سب سے چھوٹا شرک ہے، نہ ایسے منفی عقائد وافکار کا شائبہ تک ہو جو (لا الہ الا اللہ) کیلئے نواقض ہوں۔ (واللہ ولی التوفیق)

(۱۸) غیر اللہ سے طلبِ ہدایت

گزشتہ باب سے ثابت ہوا کہ کوئی مخلوق کسی بھی مخلوق کو بذریعہ شفاعت، نفع دینے پر قادر نہیں، ہر قسم کی شفاعت کا مالک، اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی طرح کوئی مخلوق، کسی مخلوق کو بذریعہ ہدایت نفع دینے پر قادر نہیں، ہدایت دینے کا اختیار صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے، یہاں ہدایت سے مراد: دل میں حق کو اتارنا ہے، مخلوق کو راستہ دکھانے کا اختیار دیا گیا ہے، منزل تک پہنچانے کا نہیں، یہ سارا اختیار اللہ رب العزت کے پاس ہے، لہذا ضروری ہے کہ طلبِ ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے، ہمیں ہر نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر کوئی نماز قبول ہی نہیں ہوتی، سورۃ الفاتحہ میں ہدایت کے تعلق سے اس اہم نکتۂ توحید کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ ہر نمازی اللہ تعالیٰ ہی سے ہدایت کا طلبگار رہتا ہے:

[اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝]

''ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔''

[1] بخاری، الرقم: ۹۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: [اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝][1]

''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے۔''

آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے پر قادر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، لہذا اس معنی میں کسی غیر کو ہادی قرار دینا دو وجوہ کی بناء پر شرک ہوگا، ایک یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ کی صفت (الهادی) میں شریک کرلیا گیا، دوسری یہ کہ اسے عالم الغیب سمجھ لیا گیا، مستحقِ ہدایت کون ہے یہ ایک ایسا غیب کا علم ہے جو اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کوئی ہدایت دینے پر قادر ہوتا، تو وہ رسول اللہ ﷺ ہوتے، جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصبِ رسالت عطا کیا گیا، لوگوں کی ہدایت کی کوشش آپ ﷺ کا وظیفۂ حیات ہے، مگر اس کے باوجود آپ اس شخص کو بھی ہدایت دینے پر قادر نہیں، جس سے آپ کو محبت ہے اور جس کی ہدایت، آپ ﷺ کی دل وجان کی خواہش ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو ہادی مانا جائے، حصولِ ہدایت اور دوامِ ہدایت کیلئے اسی سے تعلق جوڑا جائے اور اسی کے بتائے ہوئے اسبابِ ہدایت پر اکتفاء کیا جائے، یعنی: کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ۔

[1] القصص: ۵۶

ہدایت کے تعلق سے پیروں، ولیوں اور بابوں سے طموع قائم کرلینا اور انہی سے طلبگارِ ہدایت بن جانا ایک ایسا شرک ہے جو سراسر توحید کے منافی ہے۔

(۱۹) غیر اللہ سے اللہ جیسی محبت

اللہ تعالیٰ سے محبت ایک اہم ترین نکتۂ توحید ہے، بلکہ توحید کی اصل اور اس کی روح ہے، کمالِ توحید کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بالکل خالص اور سب سے شدید محبت کی جائے، (تألّه) یعنی: تعبّد خالص محبت کی بنیاد پر ہی معتبر تصور کی جائے گی، بلکہ قابلِ قبول قرار پائے گی۔

اس خالص محبت کا عملی ثبوت یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت کی مستحق، اللہ تعالیٰ کی ذات ہی قرار دی جائے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرنے والا درحقیقت، محبت میں بھی انہیں شریک قرار دے رہا ہے، محبت میں یہ شراکت روحِ توحید کے منافی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ][1]

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، (اور وہ اس طرح کہ) ان سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت کرتے ہیں اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں تین مقدمات ہیں:

[1] البقرۃ:۱۶۵

① کچھ لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرنا۔

② اس طرح کہ ان شریکوں سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت روا رکھنا۔

③ توحیدِ خالص اور صدقِ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ محبت بلکہ سب زیادہ شدید محبت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

چنانچہ جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، ان کی محبت اللہ تعالیٰ کیلئے خالص اور کامل ہے۔

لیکن جو لوگ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرتے ہیں، وہ اس محبت کی تقسیم کے مرتکب ہیں، چنانچہ وہ غیروں کی عبادت روا رکھ کر ان سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں، جو دو طرح سے شرک ہو گیا ① شرک فی العبادت ② شرک فی المحبت۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت کا عملی ثبوت یہ ہے کہ اس نے ایک کامل دین بنا کر ہمیں عطا فرما دیا، چنانچہ ہم اسی دین کے ساتھ چمٹے رہیں اور ہرگز کسی دوسرے دین، یا کسی دوسری فکر کی طرف جھانک کر بھی نہ دیکھیں، یہی خالص محبت کا تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی حقیقت کا متقاضی ہے:

[اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ][1]

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔''

[1] المائدۃ:۳

آیتِ کریمہ نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضاء اسی دین کو اختیار کئے رکھنے میں ہے جو اس کا پسندیدہ ہے اور عطا کردہ ہے، یہی تقاضۂ محبت ہے، اسی لئے دوسرے مقام پر واضح فرما دیا کہ اس دینِ اسلام جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے کے علاوہ کوئی دین، کوئی فکر اور تحریک قبول نہ کی جائے گی، نہ کلی طور پر نہ جزوی طور پر، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

[وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝][1]

"جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔"

اب اس تعلق سے اللہ تعالیٰ کی خالص، کامل اور شدید بلکہ اشد محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کا پسندیدہ اور عطا کردہ دین اپنایا جائے، اس دین کے علاوہ کوئی بھی دوسری سوچ یا فکر، اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کے منافی ہوگی، بلکہ یہ انتہائی افسوسناک روش، محبت میں شراکت کا باعث ہوگی جو روحِ توحید کے منافی ہے۔

آیئے ہم غور کریں کہ کیا ہماری تمام عبادات، اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو یہ خالص، کامل اور شدید محبت کی انتہائی ٹھوس علامت ہے، اور اگر جواب نفی میں ہے تو عبادت میں شراکت کے ساتھ ساتھ محبت میں شراکت لازم آئے گی، جو اصلِ توحید اور روحِ توحید کے منافی ہے۔

آیئے مزید غور کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دین پر مکمل طور پر عمل پیرا ہیں؟ کیا

[1] آل عمران: ۸۵

ہماری نمازیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہیں؟ کیا ہمارا حج اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہے؟ کیا ہماری خوشی غمی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہے؟

اگر ان تمام نکات میں آپ کا جواب ہاں میں ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کی دلیل ہوگا اور اگر نفی میں ہے تو جس کی پیروی میں یہ سارے اعمال انجام دیئے جارہے ہیں، یقینی طور پہ اس سے محبت کی بناء پر ہی انجام دیئے جارہے ہیں، گویا اس سے ایسی محبت کر بیٹھے جس کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے، یہ محبت میں شراکت ہے، جو روحِ توحید کے منافی ہے۔

واضح ہو کہ (الٰہ) کے معانی میں سے ایک معنی (مألوہ) ہے، جو محبوب کے معنی میں مستعمل ہے، جس کا معنی یہ ہوا کہ تمام شرعی محبتوں کا مستحق صرف اللہ رب العزت ہے، اس محبت کی دو قسمیں ہیں:

① اللہ تعالیٰ سے محبت، جس کا مختصراً بیان ہو چکا۔

② اللہ تعالیٰ کیلئے محبت، جس کا معنی یہ ہے کہ جس شیٔ یا شخصیت سے محبت کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنیاد پر ہو، گویا اللہ تعالیٰ کی محبت کی تکمیل کا منہج یہ ہے کہ ہر وہ شیٔ یا شخصیت، جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے، اس سے ہم بھی محبت کریں، اور جو اللہ تعالیٰ کے دشمن یا ناپسندیدہ ہیں، ہم بھی ان سے نفرت کا اظہار کریں۔ حدیث (الحب فی اللہ والبغض فی اللہ) اسی عقیدے کی مظہر ہے۔

بلکہ اس عظیم الشان عقیدے کو تکمیلِ ایمان کا سبب قرار دیا گیا ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (من أحب لله

وأبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان) یعنی: جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی، اللہ تعالیٰ کیلئے بغض رکھا، اللہ تعالیٰ کیلئے دیا اور اسی کیلئے روکا، اس نے اپنا ایمان پورا کرلیا۔[1]

بلکہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرنا اور اسی کیلئے دشمنی رکھنا، ایمان کی سب سے مضبوط کڑی قرار دیا گیا ہے۔[2]

واضح ہو کہ جو شئ یا شخص، اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کی بناء پر دوستی اور محبت کے لائق ہے، اس سے نفرت یا عداوت قائم کرلینا، محبت کا خلل ہے، جو توحید میں خلل کے مترادف ہے، اسی طرح جو شئ یا شخص، اللہ تعالیٰ کی عدمِ محبوبیت کی بناء پر، بغض وعداوت کا مستحق ہے اس سے محبت قائم کرنا، شرعی محبت میں وہ خلل ہے جو توحید میں نقص پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے۔

الغرض سچے اور کامل ایمان کی انتہائی قوی علامت یہ ہے کہ محبت کا تمام تر عقیدہ، توحید کے تقاضوں کے مطابق ہو اور ہر طرح کی محبت کا محور ومرکز، اللہ تعالیٰ کی ذات ہو، یعنی: اسی سے محبت ہو اور اسی کیلئے محبت ہو۔ (واللہ المستعان)

(۲۰) غیر اللہ سے اللہ جیسا خوف

محبت کی طرح خوف بھی ایک عبادت ہے، جو اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے، بلکہ توحید کی عمارت محبت اور خوف، دوستونوں پر قائم ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرح ضروری ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اسی کی پکڑ کے ڈر سے اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے منہیات

[1] ابوداؤد: ۴۶۸۱

[2] مسند احمد: ۱۸۵۴۹، ابوداؤد طیالسی: ۴۷۴

سے اجتناب برتا جائے۔

اس کے برعکس بتوں یا قبروں کے مُردوں یا ولیوں اور پیروں وغیرہ کی پکڑ کا یا ان کے نفع وضرر کا عقیدہ رکھنا شرک ہے، بلکہ شرکِ اکبر ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں براہِ راست شریک مقرر کرنا شرکِ اکبر کہلاتا ہے۔

افسوس! آج بہت سے لوگوں کے عقیدوں کا عالم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ، صاحبِ قبر کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں، یہ ان لوگوں کا وطیرہ ہے جو قبر پرستی جیسی مہلک ترین ضلالت کے مرتکب بنے بیٹھے ہیں، چنانچہ صاحبِ قبر یا اس کے خلیفہ ومجاور کا ہر کہا مانتے ہیں اور ان کی حکم عدولی سے یکسر گریز کرتے ہیں، اس ڈر سے کہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں یا ان کی کوئی نعمت نہ چھین لیں۔

اس قسم کا خوف صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے، یہ خوفِ عبادت کہلاتا ہے، اور ہر عبادت کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے، چنانچہ اس کا فرمان ہے:

[اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ][1]

"یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تم ان سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

[اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى

[1] آل عمران: ۱۷۵

الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾][1]

"اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔"

ان آیاتِ مبارکہ میں حصریہ انداز میں صرف اللہ تعالیٰ کے خوف کا حکم مذکور ہے، یہ خوفِ عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے۔ کسی غیر سے اس قسم کا خوف صریح شرک قرار پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنی ذات کے خوف کا اپنے انتہائی مقربین مثلاً: ملائکہ، اولیاء اللہ اور صالح کردار لوگوں کی صفت کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: [يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ][2]

"فرشتے اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں"

نیز فرمایا: [وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾][3]

"وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں"

اس کے بعد نیک اور صالح انسانوں کے متعلق فرمایا:

[اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾][4]

[1] التوبة:۱۸
[2] النحل:۵۰
[3] الانبياء:۲۸
[4] المؤمنون:۵۷

"جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں"

انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے بارے میں فرمایا:

[الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ][1]

"اور جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچاتے، اور اس سے ڈرتے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر خالصتاً اپنے آپ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا: [وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾][2]

"اور خاص مجھ ہی سے ڈرو"

نیز فرمایا: [فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ][3]

"پس لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو"

نیز فرمایا: [اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾][4]

"کیا تم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خوفِ عبادت وہ سری اور مخفی عبادت ہے، جو اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے، اس کا بڑے بڑے واجباتِ قلبی میں شمار ہوتا ہے۔

غیر اللہ کے ساتھ اس عبادت کا تعلق شرکِ اکبر ہے، جسے اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہ

[1] الاحزاب:۳۹
[2] البقرة:۴۰
[3] المائدة:۴۴
[4] النحل:۵۲

فرمائے گا؛ کیونکہ یہ شرک فی العبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف رکھنے والا مخلص موحد ہے، جبکہ غیر اللہ کا خوف رکھنے والا اسے خوف وخشیت میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رہا ہے۔

واضح ہو کہ خوف کی ایک قسم طبعی یا جبلی خوف ہے، مثلاً: دشمن کا خوف، کسی موذی جانور کا خوف، پانی میں غرق ہونے کا خوف یا بلندی سے گرنے کا خوف وغیرہ، اس خوف کا توحید وشرک سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس قسم کے خوف انسان کی طبیعت میں موجود ہوتے ہیں، لہذا یہ ایمان یا توحید کے منافی نہیں۔

(۲۱) غیر اللہ پر توکل

توکل کا توحید وایمان کے بڑے بڑے واجبات میں شمار ہوتا ہے، بندے کے اپنے رب پر توکل کی قوت کے مطابق ہی، اس کا ایمان قوت پکڑتا ہے، اور اس کی توحید کامل ہوتی ہے، بندہ اپنے دین ودنیا کے تمام امور میں اپنے رب پر توکل، اور رب سے استعانت کا محتاج ومفتقر ہے۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کو اس بات کا علم ہو کہ تمام معاملاتِ دین ودنیا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اور جو نہیں چاہتا وہ بالکل نہیں ہوتا، تمام نفع ونقصان اسی کے ہاتھ میں ہے، ان تمام امور کی معرفت کے بعد، اپنے دین ودنیا کی تمام مصلحتوں اور بھلائیوں کے حصول کیلئے، اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل واعتماد کرلیا جائے، نیز ان مصلحتوں کو حاصل کرنے کے اسباب بھی پوری قوت سے استعمال کرے، اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے، یہی حقیقتِ توحید ہے، جبکہ ان تمام

معانی کے ساتھ غیر اللہ کے ساتھ تعلق شرک ہے، ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ جب وہ غیر اللہ پر اعتماد کر بیٹھتا ہے تو اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکماً ارشاد فرمایا ہے:

[وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۳][1]

''اور تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔''

جبکہ اسی توکل کو خالص مؤمنین وموحدین کے وصف کے طور پر ذکر فرمایا:

[اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲][2]

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتیں ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

توکل کا بے مثل اجر ذکر فرمایا:

[وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ][3]

''اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا۔''

الغرض توحید کی قوت، توکل کی قوت کے ساتھ ہے، جبکہ توحید کا ضعف، توکل کے ضعف کے ساتھ ہے، اور یہی توکل اگر غیر اللہ پر ہوگا تو شرک قرار پائے گا۔

---

[1] المائدۃ:۲۳

[2] الانفال:۲

[3] الطلاق:۳

(۲۲) ریا کاری اور دنیا پرستی

اخلاصِ عمل ہمارے دین کی اساس ہے، نیز توحید اور جملہ عبادات کی روح ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنا ہر عمل اللہ تعالیٰ کیلئے انجام دے، اسی کے فضل وثواب کا امیدوار ہو، کسی عمل میں ریا کاری، شہرت پسندی، حبِ دنیا یا حبِ ریاست کا عمل دخل نہ ہو، اگر یہ سب کچھ موجود ہے تو اس کا ایمان اور توحید کامل ہے، نیز ہر عمل قابلِ قبول بھی (بشرطیکہ مطابقِ سنت ہو)۔

اعمال وعبادات میں ریا کاری کا عنصر اخلاص کیلئے قادح ہے، جو توحید کے ناقص ہونے کو مستلزم ہے، اگر انسان اپنے پورے عمل میں ریا کاری کی نیت پر قائم ہے تو اس کا وہ عمل برباد ہے اور وہ انسان خود شرکِ اصغر کا مرتکب ہے۔

واضح ہو کہ شرکِ اصغر کی خطورت کا بڑا پہلو یہ ہے کہ یہ بندے کو شرکِ اکبر کی طرف دھکیل دیتا ہے۔

اگر ایک انسان اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضاء کی نیت کرتا ہے، مگر ساتھ ساتھ ریا کاری کا عنصر بھی موجود ہے، تو یہ مخلوط نیت بھی شرکِ اصغر اور باعثِ بربادئ عمل ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا: قال اللہ تعالیٰ: (أنا أغنی الشرکاء عن الشرك، من عمل عملا أشرك معی فیه غیری ترکته وشرکه)

یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمام شرکاء میں سب سے زیادہ بے پرواہ اور مستغنی ہوں جس شخص نے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے ساتھ کسی غیر کو شریک کر لیا تو میں اسے بھی اور اس کے عمل کو بھی چھوڑ

دوں گا۔[1]

عن ابی سعید مرفوعا (ألا أخبرکم بما هو أخوف علیکم عندی من المسیح الدجال، قالوا: بلی، قال: الشرك الخفی، یقوم الرجل فیصلی فیزین صلاته، لما یری من نظر رجل)

یعنی: ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال سے بھی زیادہ خوفناک فتنہ سے آگاہ نہ کروں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، فرمایا: وہ فتنہ شرکِ خفی ہے، ایک آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے، پس نماز کو خوب مزین کرتا ہے؛ کیونکہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔[2]

واضح ہو کہ سب سے زیادہ خطرناک ریا کاری، منافقین کی تھی، جن کا اسلام قبول کرنا محض دکھاوا تھا، نیز دنیاداری تھا، اسی لئے ان کا انجام بھی انتہائی ہولناک ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾][3]

''منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے۔''

چنانچہ محض دنیاداری کی خاطر اسلام قبول کرنا، ایک ایسی ریا کاری ہے جس پر نفاق کا حکم منطبق ہوتا ہے، جو شرکِ اکبر ہے، البتہ جو شخص اسلام کو سچا دین گردانتے ہوئے، اللہ کی

---

[1] صحیح مسلم: ۲۹۸۵

[2] مسند احمد: ۳۰/۳

[3] النساء: ۱۴۵

رضاء کیلئے قبول کرتا ہے، مگر عبادات میں ریا کاری کا مرتکب ہوتا ہے، مقصد حصولِ دنیا ہو تو اس کا یہ عمل شرکِ اصغر قرار پائے گا۔

[مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ڮ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝][1]

''جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہو ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔''

نیز فرمایا: [مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۝][2]

''جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے، ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''

(۲۳) علماء وامراء کی پیروی

اللہ تعالیٰ کے رب اور الٰہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے حکم کا مالک ہے، خواہ وہ حکم قدری وکونی ہو، خواہ شرعی ہو، خواہ جزائی ہو۔

[1] ھود:۱۶،۱۵

[2] الشوریٰ:۲۰

اس ذاتِ وحدہ لاشریک لہ کے معبود ہونے کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے، اس کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانا، شرک کی بدترین صورت ہے، دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ اکیلا ہی اطاعت کے لائق ہے، اس کی اطاعت میں کسی کو شریک ٹھہرانا، بدترین شرک قرار پائے گا؛ کیونکہ رب ہی مطاع (لائقِ اطاعت) ہوتا ہے، اور مطاع ہی رب ہوتا ہے، لہذا جس کی بھی اطاعت کی جائے گی، دوسرے لفظوں میں اسے رب ہی مانا جائے گا، جو کہ شرک ہے۔

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ :[اِتَّخَذُوْٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ](التوبة:۳۱) فَقُلْتُ لَهُ إِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ قَالَ:أَلَيْسَ يُحَرِّمُوْنَ مَا أَحَلَّ اللهُ فَتُحَرِّمُوْنَهُ ، وَيُحِلُّوْنَ مَا حَرَّمَ اللهُ فَتُحِلُّوْنَهُ. فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ:فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ .(رواه أحمد والترمذي وحسنه)

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

''انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ الٰہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے''

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے یہ آیت سن کر عرض کیا: ہم تو انکی عبادت نہیں کرتے تھے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا ایسا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو وہ حرام کر دیتے ہیں اور تم بھی انہیں حرام سمجھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو وہ حلال کر دیتے ہیں تو تم بھی انہیں حلال سمجھنے لگتے ہو۔'' سیدنا عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں! یہ تو ہے۔ تو

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی تو ان کی عبادت ہے۔''[1]

واضح ہو کہ آباء واجداد کی تقلید ایک ایسا بت ہے جسے ہر قوم نے اپنے نبی کی دعوت کے مقابلے میں پیش کیا۔

[بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝][2]

''بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں اسی طرح آپ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو (ایک راہ پر اور) ایک دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ہیں (نبی نے) کہا بھی کہ اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہت بہتر (مقصود تک پہنچانے والا) طریقہ لے آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کے منکر ہیں جسے دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے۔''

ثابت ہوا کہ اکابر پرستی یعنی: اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مقابلے میں ان کی پیروی ایک بدترین جاہلیت ہے، کسی کے قول کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان پر مقدم کرنا یا مقدم کرنے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے؛ کیونکہ تمام کا تمام حکم اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، جبکہ اس

[1] سنن الترمذی (۳۰۹۵) ابن جریر الطبری (۱۶۶۳۲ عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ موقوفًا)

[2] الزخرف: ۲۲تا۲۵

کا رسول اسی کے حکم کا ترجمان ہوتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر کسی دوسرے شخص کے حکم کی طرف مائل ہوگا، تو اس کی یہ روش ''تحاکم الی الطاغوت'' ہے، اگر وہ اپنے آپ کو مومن خیال کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ توحید کی تکمیل اللہ اور اس کے رسول کو دین کے تمام اصول وفروع میں حاکم ماننے کے ساتھ ہے، جبکہ غیر اللہ کا حکم ماننے والا اسے رب قرار دے رہا ہے جو کہ شرک ہے۔

(۲۴) اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام کر لینا، اور اس کے حرام کو حلال قرار دینا

یہ روش اللہ تعالیٰ کی حدود پر حملہ آور ہونے کے مترادف ہے، اکابر پرستی کی بناء پر ایسا ہوتا رہا ہے، جو صریح شرک ہے۔

[وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۗؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ڰ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَاۗءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاۗءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاۗءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاۗءً عَلَي اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝][1]

''اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے

[1] الانعام: ۱۳۷تا۱۴۰

قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تا کہ وہ ان کو برباد کریں اور تا کہ ان کے دین کو ان پر مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یونہی رہنے دیجئے اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کچھ مویشی ہیں اور کھیت ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوائے ان کے جن کو ہم چاہیں اور مویشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی اور کچھ مویشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر۔ ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افترا کی سزا دیئے دیتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں سب برابر ہیں۔ ابھی اللہ ان کو ان کی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے بلاشبہ وہ حکمت والا ہے اور وہ بڑا علم والا ہے واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ نے کھانے پینے کو دی تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر۔ بے شک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ راست پر چلنے والے نہیں ہوئے۔''

ان آیاتِ کریمہ سے جاہلی کفار کے بہت سے امور سامنے آئے ہیں، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ بہت سی چیزوں کو حرام کر لیا، اور حرام کردہ بہت سی اشیاء کو حلال کر لیا، یہ سب اپنے بڑوں کی پیروی میں کیا، جو کہ شرک کی بدترین صورت ہے۔

اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ بن جائے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کرنا یا اس کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینا جائز ہے، تو وہ بہت بڑے کفر کا مرتکب ہوا۔

(۲۵) تعصب

جس کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: گروہی تعصب، لسانی تعصب، وطنی تعصب، قومی تعصب، مذہبی تعصب، سیاسی تعصب۔

عصبیت کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں، جو شخص تعصب کی مذکورہ صورتوں میں سے کسی صورت کا شکار ہو گیا وہ حق قبول کر ہی نہیں سکتا (الامن رحم ربی) بلکہ وہ جس قومی، لسانی، گروہی، سیاسی یا مذہبی تعصب کا شکار ہے، اسی کی بات کو ترجیح دے گا، خواہ وہ خلافِ حق کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو اپنے آغازِ دعوت میں، تعصب جیسی جاہلیت کا سامنا رہا، چنانچہ یہودیوں نے جو آپ کی صداقت وحقانیت کو دل وجان سے جانتے تھے، محض بربنائے تعصب آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا:

[وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ][1]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لاؤ تو کہہ دیتے ہیں کہ جو ہم پر اتاری گئی اس پر ہمارا ایمان ہے۔ حالانکہ اس کے بعد والی کے ساتھ جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے، کفر کرتے ہیں۔''

یہودی اسی تعصب کی بناء پر آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کیا کرتے تھے:

[وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ

[1] البقرۃ: ۹۱

مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ][1]

"اور سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا یقین نہ کرو۔ آپ کہہ دیجئے کہ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو) کہ کوئی اس جیسا دیا جائے جیسا تم دیئے گئے ہو، یا یہ کہ یہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے، آپ کہہ دیجئے کہ فضل تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے اسے دے، اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان، یہود کے تعصب کی قلعی کھول رہا ہے، ایسا تعصب جو صریح حق کے انکار پر منتج ہوتا ہے:

[وَلَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ][2]

"اور آپ اگرچہ اہل کتاب کو تمام دلیلیں دے دیں لیکن وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ان کے قبلے کو ماننے والے ہیں اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والے ہیں۔"

مشرکین مکہ نے بھی محض اپنے آباء واجداد کی پیروی کے تعصب کی بناء پر نبیٔ برحق ﷺ کی رسالت کا انکار کیا، الغرض تعصب ایک ایسی جاہلیت ہے جو بندے کو حق واضح ہونے کے باوجود اس کے انکار پر ابھارتی رہتی ہے۔

---

[1] آل عمران:۷۳

[2] البقرة:۱۴۵

گویا یہ مذموم خصلت اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت کے قبول میں رکاوٹ بنتی ہے، جو توحید کے منافی ہے، یہ بات بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان جو کہ حق ہے، کے مقابلے میں بر بنائے تعصب کسی بھی ناحق کو قبول کرنا بدترین شرک ہے، جو بہت سی قباحتوں پر قائم ہے۔

واضح ہو کہ تعصب کے باب میں انتہائی خطرناک مظاہر وہ ہیں، جو فقہی میدان میں ائمۂ مذاہب کے مقلدین میں نظر آتے ہیں، جو حق واضح ہونے کے باوجود، اپنے امام کے قول کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ (والعیاذ باللہ)

حالانکہ ان ائمۂ کرام نے اپنی تقلید سے منع فرما کر، تمام مقلدین پر حجت قائم کردی، مثلاً: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماگئے:

(إذا صح الحديث فهو مذهبي)

یعنی: صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔[1]

(مگر افسوس! ان کے پیروکار اس بات پر مصر ہیں کہ صحیح حدیث آپ کا مذہب نہیں، بلکہ آپ کا قول ہی آپ کا مذہب ہے)

مزید فرماتے ہیں: (لا يحل لأحد أن يأخذ بقولنا مالم يعلم من أين أخذناه)

یعنی: کسی شخص کیلئے جائز ہی نہیں کہ ہمارے کسی قول کو اختیار کرے، جب تک اسے اس قول کی دلیل معلوم نہ ہو۔[2]

امام مالک رحمہ اللہ فرماگئے: (إنما أنا بشر أخطئ وأصيب، فانظروا في رأيي، فكل

---

[1] حاشیہ الدر المختار: ۱/۶۳

[2] اعلام الموقعین: ۲/۳۰۹، حاشیہ البحر الرائق: ۶/۲۹۳

ماوافق الکتاب والسنة فخذوه،وکل مالم یوافق الکتاب والسنة فاترکوه)

یعنی: میں ایک انسان ہی ہوں، غلطی بھی کرتا ہوں، درست بھی کہتا ہوں، لہذا میری ہر رائے کو دیکھو، جو کتاب وسنت کے موافق ہے اسے لے لو، اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہے اسے چھوڑ دو۔ [1]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماگئے: (...فمهما قلت من قول ،أو أصلت من أصل فيه عن رسول الله ﷺ خلاف ما قلت، فالقول ما قال رسول الله ﷺ وهو قولي)

یعنی: میں کوئی بات کہوں، یا کوئی اصل قائم کروں، اور وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف ہو، تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی اصل ہوگا اور وہی میرا مذہب ہوگا۔ [2]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماگئے: (لاتقلد دينك أحدا من هؤلاء ، ما جاء عن النبي ﷺ وأصحابه فخذ به)

یعنی: ان میں سے (مالک اور اوزاعی) کسی کی تقلید نہ کرو، جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے منقول ہو، اسی کو تھامے رہو۔ [3]

حضراتِ ائمہ کی ان واضح شہادتوں کو ان کے اپنے اتباع ہی ماننے کو تیار نہیں، اللہ تعالیٰ کی بھی نہیں مانتے، جو بار بار فرماتا ہے: [اطیعوا الله واطیعوا الرسول] رسول اللہ ﷺ کی بھی نہیں مانتے، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرماتے ہیں: [فاتبعونی] اور اپنے ائمہ کی بھی نہیں مانتے جو صرف صحیح حدیث کو اپنا مذہب قرار دیتے ہیں، اور کسی قول کی جب تک

[1] ایقاظ الهمم للفلانی: ۷۲، اصول الاحکام لابن حزم: ۱۴۹/۶

[2] اعلام الموقعین: ۳۶۳/۲

[3] مسائل الامام احمد لابی داؤد: ۲۷۷

کتاب وسنت سے دلیل معلوم نہ ہو، پیروی سے منع فرماتے ہیں۔

یہ تعصب ہی کا شاخسانہ ہے، جو یہود کے سیاہ کارناموں کو مزید داغ دار کر گیا، اور جس نے امت مسلمہ کے بہت سے گروہوں اور افراد کو ظلمت وضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا۔

چنانچہ نہ صرف یہ کہ حق کا انکار کیا گیا، بلکہ حق (قرآن وحدیث اور بالخصوص حدیث) کے بغض سے اپنے سینوں کو لبریز کرلیا گیا، بلکہ رواۃِ حدیث یعنی صحابہ کرام تک کو بھی اپنی جرح وتنقید اور تنقیصِ شان کا نشانہ بنایا گیا، بلکہ کتاب وسنت میں لفظی اور معنوی تحریف تک سے گریز نہ کیا گیا، بلکہ ایسے اصول وقواعد بھی وضع کر لئے گئے جن کی مدد سے قرآن وحدیث کو ٹالنا اور مذہب کو بچالینا آسان ہو سکے۔ (والعیاذ باللہ)

(۲۶) اسماء وصفات کا انکار

یہ بات معلوم ہے کہ اسماء وصفات کا علم، توحید کی ایک مستقل قسم ہے، کمالِ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات نیز جملہ افعال پر ایمان ہو، ایسا ایمان جو اللہ اور اس کے رسول کی مراد کے مطابق ہو، جس کی صحیح ترجمانی کا حق، صحابہ کرام اور ائمہ سلف صالحین نے ادا کر دیا ہے، جس کا ملخص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے، نیز رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے جو اسماء وصفات ثابت فرمادیئے، انہیں ہم بھی ثابت قرار دیں، یہ توحید کا اصلِ عظیم ہے۔

دعا جو اصلِ عبادت ہے کی اساس بھی بہت حد تک اسماء وصفات پر قائم ہے۔

اسماء وصفات پر جس قدر ایمان قوی ہوگا اسی قدر توحید کامل اور راسخ ہوگی، اور جس قدر

ضعیف ہوگا اسی قدر توحید بھی ضعیف ہوگی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں سے کسی شی کا انکار، توحید کے منافی اور مناقض قرار پائے گا، بلکہ یہ تو کفر کا ایک شعبہ ہے۔

(والعیاذ باللہ)

(۲۷) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیا جائے، اسے کفر کہا گیا ہے:

[يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝] [1]

''یہ اللہ کی نعمتیں جانتے پہچانتے ہوئے بھی ان کے منکر ہو رہے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضى الله عنه قَالَ: صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى اَثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ.

ترجمہ: (زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں فجر کی نماز پڑھائی جبکہ رات کچھ بارش بھی برسی تھی آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے: لوگوں

[1] النحل: ۸۳

نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (میرے بندوں میں سے کچھ مؤمن ہو گئے اور کچھ کافر، جس نے کہا ہمیں یہ بارش اللہ کے فضل ورحمت سے عطا ہوئی ہے، وہ میرے ساتھ ایمان رکھنے والا اور ستاروں کی تاثیر کا انکار کرنے والا ہے، اور جس نے کہا کہ اس بارش میں فلاں ستارے کی تاثیر ہے، وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں کے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے) [1]

کمالِ توحید کا تقاضا یہی ہے کہ بندے کا یہی ایمان ہو کہ ہر نعمت کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی کی عطاء سے حاصل ہوتی ہے، اس کا زبان سے بھی اقرار کرے، جبکہ دل سے تصدیق واعتراف کرے، نیز حقِ شکر کی ادائیگی کے لئے صرف اللہ رب العزت کی اطاعت پر کمربستہ ہو جائے۔

کسی نعمت کی عطاء کو غیر اللہ کا کرشمہ قرار دینا، شرک بھی ہے اور کفر بھی۔

(والعیاذ باللہ)

(۲۸) تصویر سازی

اللہ تعالیٰ ہی خالق اور مصور ہے، جبکہ ہمارا تصویر سازی کا عمل، اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق اور صفتِ تصویر کے ساتھ تشبہ قرار پائے گا، یہ بات واضح ہو چکی کہ بہت سی قوموں کے شرک کا نکتۂ آغاز، صالحین کی تصویر تھا، اسی لئے شریعتِ مطہرہ میں تصویر کے تعلق سے بڑے سخت احکام اور انتہائی شدید وعیدیں وارد ہیں:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْلِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْلِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً" (اخرجاہ)

[1] بخاری: کتاب الاستسقاء: باب قول اللہ تعالی [وتجعلون رزقکم انکم تکذبون]

سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری تخلیق جیسی تخلیق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ایسے لوگ ایک ذرہ،ایک دانہ یا ایک جَو ہی بنا کر دکھلائیں۔''[1]

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: "أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللهِ"

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں''[2]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: "كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ يُعَذِّبُ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ہر مصور جہنم میں جائے گا،اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے میں ایک جان بنائی جائے گی جس کے ذریعے سے اس مصور کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا''[3]

عن ابن عباس مَرْفُوْعاً: "مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی ہوگی،اسے قیامت کے دن اس تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف

---

[1] صحیح بخاری: ۵۹۵۳،صحیح مسلم: ۲۱۱۱

[2] صحیح بخاری: ۵۹۵۴،صحیح مسلم: ۲۱۰۷

[3] صحیح بخاری: ۲۲۲۵،صحیح مسلم: ۲۱۱۰

کیا جائے گا مگر وہ اس میں ہرگز روح نہ پھونک سکے گا''[1]

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد،شرک کی بیخ کنی کیلئے سب سے پہلا کام یہی فرمایا کہ تمام تصویروں اور مورتیوں کو مسخ کر ڈالا،آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی اس سنت کو قائم رکھا۔

عن ابی الهیاج قال: قَالَ لِيْ عَلِيٌّ رضی الله عنه: "أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ لَا تَدَعَ صُوْرَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ"

ابوالھیاج الاسدی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مجھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا؟ وہ یہ کہ تم کسی تصویر کو مٹائے بغیر اور کسی بلند قبر کو برابر کیئے بغیر نہ چھوڑنا۔''[2]

(۲۹) غیر اللہ کی قسم

قسم،تعظیم ہی کی ایک قسم ہے،جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے،لہٰذا غیر اللہ کی قسم کھانا اسے اللہ تعالیٰ کے حقِ تعظیم میں شریک کرنے کے مترادف ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(من حلف بغير الله فقد أشرك)

یعنی: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی،اس نے شرک کیا۔[3]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ایک اور حدیث مروی ہے،رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحیح بخاری: ۵۹۶۳،صحیح مسلم: ۲۱۱۰

[2] صحیح مسلم: ۹۶۹

[3] مسند احمد: ۲/۱۲۵،صحیح الجامع الصغیر للألبانی: ۶۲۰۴

فرمایا:(ألا إن الله ينهاكم أن تحلفوا بأبائكم ،فمن كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت)

یعنی: خبردار! اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادوں کی قسمیں کھانے سے روکتا ہے، جو قسم کھانا چاہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے، ورنہ خاموش رہے۔ [1]

قسم کھانا اتنی بڑی تعظیم ہے کہ شریعت نے زیادہ قسمیں کھانے سے منع کر دیا، نیز صرف سچی قسم کھانے کا حکم دیا۔

عن سلمان أن رسول الله ﷺ قال:(ثلاثة لايكلمهم الله ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم :أشيمط زان ، وعائل مستكبر، ورجل جعل الله بضاعته، لايشترى إلا بيمينه، ولايبيع إلا بيمينه)

یعنی: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین لوگوں سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب میں جھونک دے گا: ① ایک بوڑھا زانی ② تکبر کرنے والا فقیر ③ تیسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا سودا سمجھ بیٹھے، چنانچہ بیچتا ہے تو اس کی قسم کھا کر اور خریدتا ہے تو اس کی قسم کھا کر۔ [2]

طبرانی کبیر کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:(من حلف على يمين كاذبا لقى الله وهو عليه غضبان) یعنی: جس نے جھوٹی قسم کھائی، وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری:۲۱۰۸، صحیح مسلم:۱۶۴۶

[2] طبرانی کبیر:۶۱۱۱، صحیح جامع الصغیر للألبانی:۳۰۷۲

[3] معجم طبرانی:۱۰۸/۱۷

ایک حدیث میں جھوٹی قسم کی ذریعے کسی مسلمان کا حق مارنے والے کیلئے، جہنم کے واجب ہونے اور جنت کے حرام ہونے کی وعید وارد ہے، خواہ وہ حق کھجور کی گٹھلی کے برابر کیوں نہ ہو۔ [1]

غیر اللہ کی قسم کے تعلق سے قبر پرستوں کی ایک عجیب روش دیکھنے میں آئی ہے جو یقینا شرکِ اکبر ہے، وہ روش یہ ہے کہ جب ان سے کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم مانگی جائے تو وہ فوراً اٹھانے کو تیار ہو جاتے ہیں، خواہ وہ قسم سچی ہو یا جھوٹی، لیکن اگر اُن سے اُن کے شیخ یا پیر یا اس کی قبر کی قسم طلب کی جائے تو پھر سوچ میں پڑ جاتے ہیں، اور جھوٹی ہونے کی صورت میں قسم دینے سے ڈرتے ہیں، تو اس کا معنی یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں اپنے پیر یا شیخ کا رعب وجلال اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھی زیادہ ہے۔ بلا شبہ یہ شرکِ اکبر ہے۔

(۳۰) زبانوں پر جاری چند جملے
جو توحید کے منافی ہیں

عامۃ الناس کی زبانوں سے توحید کے منافی کچھ جملے سنائی دیتے ہیں، بلکہ بعض خواص بھی اس قسم کے جملے استعمال کرتے رہتے ہیں، جو اگرچہ شرکِ اصغر کے زمرے میں ہیں، لیکن ان کی ہیبت وخطورت کسی طور کم نہیں؛ کیونکہ شرکِ اصغر کے ارتکاب سے، شرکِ اکبر میں ملوث ہونے کا اندیشہ موجود رہتا ہے، اور پھر شرکِ اصغر بھی تو بذاتہ انتہائی مہلک ہے، چند جملے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

① غیر اللہ کی قسم، جس کا تفصیلی بیان گزر چکا۔

---

[1] صحیح مسلم:۱۳۷

② آپ کا اپنے کسی دوست سے یوں کہنا: جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔

عن حذیفة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: (لا تقولوا ماشاء الله وماشاء فلان، ولكن قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان)

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوں مت کہو: (جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے،) بلکہ یوں کہہ سکتے ہو: (جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے۔)[1]

بلکہ اس تعلق سے کامل واکمل اور توحید سے لبریز یہ جملہ ہے: جو صرف اللہ چاہے۔

③ میں اللہ تعالیٰ کی اور تیری پناہ چاہتا ہوں، یہ استعاذہ میں شرک ہے؛ کیونکہ لفظ (اور) مساوات پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح:

④ میں اللہ تعالیٰ پر اور تجھ پر بھروسہ کرتا ہو، یہ شرک فی التوکل ہے۔

⑤ یہ اللہ تعالیٰ اور آپ کی طرف سے ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا ہے، جو شرک بھی ہے اور کفر بھی۔

⑥ میرا اللہ کے سوا اور آپ کے سوا کوئی نہیں، یہ شرک فی الاستعانت ہے۔

⑦ آسمان میں میرے لئے اللہ ہے اور زمین میں میرے لئے آپ ہیں۔

⑧ اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا، یہ دونوں جملے بھی شرک فی الاستعانت ہیں۔

⑨ افسوس! ناکامئ زمانہ۔

اسی طرح ہر وہ عبارت ناجائز ہوگی جس میں زمانہ کو گالی دی جائے۔

مثلاً: ☆ یہ بہت بُرا زمانہ ہے۔

☆ یہ بہت منحوس گھڑی ہے۔

[1] ابوداؤد: ۴۹۸۰

☆ زمانہ غدار ہے۔ وغیرہ۔

کیونکہ زمانے کو گالی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے کا خالق ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: (قال الله تعالیٰ: يؤذيني ابن آدم، يسب الدهر وأنا الدهر، أقلب الليل والنهار)

یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے ابن آدم ایذاء دیتا ہے، (اس طرح کہ) وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہوں (یعنی) میں رات اور دن کے پورے نظام کو پھیرتا ہوں۔[1]

اسی سے ملتا جلتا مسئلہ، ہوا یا بارش کو گالی دینا ہے، جو کہ ناجائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ادب کے تقاضوں کے منافی ہے، جو توحید میں خلل کا باعث ہے۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی الله عنه، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: " لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ، فَقُوْلُوْا: أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ الرِّيْحِ، وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ"

(صححه الترمذی)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہوا کو گالی نہ دو، ہوا کے چلنے سے کوئی ناپسندیدہ معاملہ بن جائے تو یوں کہا کرو: اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور جو خیر اس ہوا کے اندر ہے اور جس خیر کا اسے حکم دیا گیا ہے کا سوال کرتے ہیں، اور ہم اس ہوا کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور اس شر سے جو اس ہوا کے

[1] صحیح بخاری: ۴۸۲۶، صحیح مسلم: ۲۲۴۶

اندر موجود ہے اور جس شر کا تو نے اسے حکم دیا ہے، سے بھی تیری پناہ طلب کرتے ہیں''
(اس حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا ہے)[1]

واضح ہو کہ آج کل بہت سی نئی اصطلاحات اور عبارات سننے میں آتی ہیں جو توحید کے مخالف و منافی ہیں: مثلاً:

(۱) ''اسلامی اشتراکیت''
(۲) ''اسلامی جمہوریت''
(۳) ''عوام کا ارادہ اللہ کا ارادہ ہے''
(۴) ''دین اللہ کا اور وطن سب کا''
(۵) ''عربیت کے نام''
(۶) ''انقلاب کے نام''
(۷) ''اگر میں جلدی گھر سے نکلتا تو گاڑی نہ چھوٹتی''
''اگر میں فلاں تدبیر اختیار کر لیتا تو نقصان نہ اٹھاتا''

واضح ہو کہ (اگر) کیلئے عربی لفظ (لو) ہے، شریعت نے (لو) یعنی: اگر کے استعمال سے روکا ہے بلکہ اسے شیطانی عمل قرار دیا ہے، لفظِ (اگر) کے استعمال میں دو قباحتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کا استعمال انسان پر حزن و ملال اور ندامت کا دروازہ کھولتا ہے، دوسری یہ کہ اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کی جناب میں سوءِ ادب ہے، نیز تقدیر پر بداعتمادی بھی؛ کیونکہ تمام چھوٹے بڑے امور، اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہیں، جو کچھ ہوا، اس کا ہونا

[1] مسند احمد: ۸/۲۱۱۹۶ سنن الترمذی: ۲۲۵۲ امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

لازمی تھا اور نہ ہونا ممکن نہیں تھا، لہٰذا اب اس کا (اگر، اگر) کرنا تقدیر پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے، یہ ایمان کی کمزوری بھی ہے، جو توحید کے منافی ہے۔

(۳۱) کچھ شرکیہ نام

ایسا نام اختیار کرنا جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے اسماء وصفات میں شرک کا تصور ابھرے قطعی ناجائز ہے؛ کیونکہ ناموں کے ساتھ پوری زندگی پکارا جاتا ہے جو مستقل شرک کا دروازہ کھولے رکھیں گے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال: (إن أخنع إسم عند الله رجل تسمى: ملك الأملاك، لا مالك إلا الله)

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے گھٹیا نام یہ ہے کہ آدمی اپنا نام: (ملک الاملاک) رکھ لے، مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔[1]

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ایسے شخص کو قیامت کے دن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بننے والا اور سب سے بڑا خبیث قرار دیا گیا ہے۔[2]

واضح ہو کہ ایسے بہت سے نام اور القاب رائج ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جناب میں سوء ادب کے ساتھ ساتھ، مناقضِ توحید ہیں، اس قسم کے اسماء والقاب سے وسائلِ شرک کو ترویج ملتی ہے، مثلاً: (ملك الاملاك)(ملك الملوك) (حاکم الحکام) (قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس) (ابو الحکم) (ابو الأعلیٰ) (شہنشاہ) وغیرہ۔

[1] صحیح بخاری: ۶۲۰۵، صحیح مسلم: ۲۱۴۳
[2] صحیح مسلم: ۲۱۴۳

اسی طرح ہر وہ نام بھی ناجائز ہے جس میں غیر اللہ کی عبدیت کا اظہار ہو مثلاً: عبدالمسیح، عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ اور عبدالحسین وغیرہ۔

اسی طرح ہر وہ نام بھی ناجائز ہے، بلکہ شرکِ اکبر کے زمرے میں آسکتا ہے، جس کے ذریعہ غیر اللہ کی طرف نعمت کی عطاء کی نسبت ہو، مثلاً: نبی بخش، حضور بخش، محمد بخش، عطا محمد، علی نواز، پیراں دتہ وغیرہ۔

(۳۲) اللہ تعالیٰ کیلئے جمع کا صیغہ

مثلاً یوں کہنا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئیں گے، اللہ تعالیٰ حساب لیں گے، اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔

اس قسم کے جملوں کا مقصد، اللہ تعالیٰ کی جناب میں حسنِ ادب کا پہلو اپنانا ہے، جیسا کہ ہم اپنے والد یا استاد یا دیگر بزرگوں کے بارے میں اظہارِ ادب کیلئے جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں، مثلاً: والد صاحب فرماتے ہیں، شیخ صاحب تشریف لاتے ہیں، وغیرہ۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تکریم وتعظیم، اس کے شایانِ شان طریقہ سے ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ پوری کائنات سے اپنا حقِ توحید منوانا چاہتا ہے، جو اس ذاتِ وحدہ لاشریک لہ کا سب سے پسندیدہ وصف ہے، لہذا اس کے حقِ توحید کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کیلئے ہم ایسا لفظ یا جملہ استعمال کریں، جس میں تعدد کی بجائے وحدت کی خوشبو آئے۔

جملہ (اللہ فرماتا ہے) میں وحدت کی خوشبو ہے، جبکہ جملہ (فرماتے ہیں) میں تعدد کا شائبہ، اگرچہ یہ جملہ استعمال کرنے والے کے قلب ودماغ کے کسی گوشہ میں تعدد کا عقیدہ موجود نہیں ہے، تاہم اس ذات کی جناب میں حسنِ ادب کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کیلئے ایسا

جملہ استعمال ہی نہ کیا جائے جو تعدد کا وہم پیدا کرے، بلکہ ایسا جملہ استعمال کیا جائے جو اس کے محبوب وصف یعنی وحدت کی خوشبو سے معطر ہو، پھر یہ بات بھی تو ہے کہ توحید کا اقرار و اعتراف نیز اظہار نہ صرف واجب ہے بلکہ اوجب الواجبات اور اوکدالواجبات ہے۔

ہم اسے ایک مثال سے مزید واضح کرتے ہیں: ہم اپنی زبان یعنی عربی میں اپنے بڑوں کیلئے، حسنِ ادب اور تعظیم وتکریم کے تقاضوں کے پیشِ نظر، جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں، مثلاً: کیف حالکم؟ کیف أنتم؟ حفظکم الله، بارك الله فیکم وغیرہ، حالانکہ مخاطب ایک ہی شخص ہوتا ہے، جمع کا صیغہ رعایتِ تعظیم کی خاطر ہے، کیا اللہ تعالیٰ بھی اسی ادب وتعظیم کا مستحق ہے کہ اس کیلئے جمع کا صیغہ ذکر کیا جائے؟

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں حسنِ ادب، تعظیم، تفخیم اور تکریم کے تقاضوں کو جاننے اور سمجھنے والے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ کا فرمان ہے: (إني أعلمکم بالله وأتقاکم له) یعنی: تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جاننے والا اور اس سے ڈرنے والا میں ہوں۔[1]

اب پورا ذخیرۂ حدیث چھان ماریئے، رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک دعا پڑھ جایئے، اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے کسی موقع پر اللہ تعالیٰ کیلئے جمع کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا۔

مثلاً: آپ ﷺ کی ایک دعا جسے آپ نے سید الاستغفار قرار دیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر (افضل الاستغفار) کا باب قائم کیا ہے، پڑھ کر دیکھ لیجئے:

(اللھم أنت ربي لا إله إلا أنت، خلقتني وأنا عبدك وأنا علی عهدك ووعدك ما استطعت، أعوذبك من شر ما صنعت، أبوء لك بنعمتك علي وأبوء بذنبي

[1] صحیح بخاری

فاغفرلی إنه لایغفر الذنوب إلا أنت)

یعنی: اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا، اور میں تیرا ہی بندہ ہو، اور میں تیرے ہی عہد اور وعدہ پر بقدرِ طاقت قائم ہوں، میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے گناہوں کے شر سے، میں اپنے آپ پر تیری تمام نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں، اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے، بے شک تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا۔[1]

اس ایک دعا میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو گیارہ مرتبہ مخاطب فرمایا ہے اور ہر بار واحد کا صیغہ استعمال کیا، اگر جمع کا صیغہ جس میں تعدد کا ایہام ہے، اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا استعمال کیوں نہ فرمایا؟ اللہ تعالیٰ کی تکریم و تعظیم کے تقاضوں کو، آپ ﷺ سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا ہے؟

یہ بات بھی بخوبی معلوم ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے تقاضوں کو مخلوق کی تعظیم کے تقاضوں پر قیاس نہ کیا جائے، وہ ذات ہر قسم کی تشبیہ سے پاک ہے:

[لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪][2]

واضح ہو کہ اللہ رب العزت جو اپنی ذات کیلئے وحدت کا دعویٰ فرماتا ہے، خود اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال فرماتا ہے، جس میں اس کی تفخیم وجلالت اور شانِ کبریائی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری:۶۳۰۶

[2] الشوری:۱۱

کقولہ تعالیٰ: [اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑨][1]

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

[اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①][2]

''یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔''

[اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ①][3]

''یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے۔'' (واللہ اعلم)

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

---

[1] الحجر:۹

[2] القدر:۱

[3] الکوثر:۱

خاتمہ

قارئین کرام! گذشتہ صفحات میں توحید وشرک کی حقیقت واضح کرنے کے بعد ہم نے چند شرکیہ امور کی نشاندہی کی ہے، یہ تمام امور یا ان میں سے بیشتر، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت موجود تھے، گویا یہ وہ جاہلیت ہے جس کا رسول اللہ ﷺ کو تمام عمر سامنا رہا اور مقابلہ کرنا پڑا، مکی زندگی میں جہادِ کبیر یعنی دعوت کے ذریعے، جبکہ مدنی زندگی میں جہادِ بالسیف یعنی قتال کے ذریعے۔

مقامِ تأسف ہے کہ یہ تمام شرکیہ امور آج بھی موجود ہیں، گویا وہ جاہلیت جو رسولِ کریم ﷺ کے اعلانِ نبوت کے وقت موجود تھی، آج بھی تمام تر شکلوں کے ساتھ موجود ہے، بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر۔

مثلاً: پرانی جاہلیت میں توحیدِ ربوبیت میں کوئی بگاڑ نہ تھا، چنانچہ اس تعلق سے خود قرآن مجید نے ان کا عقیدہ پیش کیا:

[قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝][1]

"آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو

[1] یونس:۳۱

کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ، تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔"

اس آیتِ کریمہ نے واضح کر دیا کہ مشرکینِ مکہ جو بدترین جاہلیت پر قائم تھے، اس حقیقت کا اعتراف کرتے تھے کہ ان کا رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے، ان کے اپنے کانوں اور آنکھوں کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور ان کے بلکہ پوری کائنات کے امور کی تدبیر صرف اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے۔

قارئین کرام! یہ سب توحیدِ ربوبیت سے متعلق امور ہیں، جن کا اقرار واعتراف جاہلی مشرکین کیا کرتے تھے۔ کیا آج کے کلمہ گو مسلمان ان امور کا اعتراف کرتے ہیں؟ کیا آج کے مسلمان صرف اللہ تعالیٰ ہی کو رازق مانتے ہیں؟ کیا آج کے مسلمان جملہ امور کی تدبیر کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی کو قرار دیتے ہیں؟

زمین کے نقشہ پر کتنے قطب، غوث اور ابدال قائم کر لئے گئے ہیں؟ کسی کو داتا، کسی کو گنج بخش، کسی کو دستگیر، کسی کو غوث اور کسی کو غوث اعظم کے القاب سے نوازا گیا، یہ سب توحیدِ ربوبیت میں انحراف کی صورتیں ہیں۔

جاہلی مشرکین توحیدِ ربوبیت کے امتحان میں کامیاب تھے، جبکہ توحیدِ الوہیت میں انحراف اختیار کر کے تباہ وبرباد ہو گئے، آج کے کلمہ گو مسلمان توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ الوہیت دونوں امتحانوں میں بگاڑ اختیار کر کے ناکامِ محض ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: [وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝][1]

[1] یوسف:۱۰۶

"ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔"

اسی طرح جاہلی مشرکین گو بتوں کو پکارتے تھے، مگر جب کشتی میں سوار ہوتے تو ان کی تمام تر دعا اور پکار کا محور اللہ کی ذات ہوتی، کشتی میں اپنے معبودوں کو فراموش کر دیتے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے:

[فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾] [1]

"پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔"

ثابت ہوا کہ جاہلی مشرکین دریاؤں اور سمندروں میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی ملاحظہ فرمایئے کہ اتنے سے تعلق پر بھی ان کا بیڑا پار لگا دیتا، مگر افسوس! آج کے کلمہ گو مسلمانوں نے دریاؤں اور سمندروں میں بیڑا پار لگانے کیلئے بہاول حق نامی شخصیت کا انتخاب کر رکھا ہے، سوار ہوتے وقت اس سے بیڑا دھک دینے کی درخواست کرتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

جاہلی مشرکین کے نزدیک سب سے بڑی قسم اللہ رب العزت کی تھی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا پہلو راسخ تھا، قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر مشرکین کے تعلق سے [وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ] فرما کر یہ ثابت کیا کہ جب انہیں شدت کے ساتھ اور زوردار طریقے سے قسم کھانی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے۔

[1] العنکبوت:۶۵

مگر افسوس! آج کے کلمہ گو مسلمان اللہ تعالیٰ کی قسم کو معمولی حیثیت دیتے ہیں، جبکہ اس کے مقابلے میں اپنے پیروں یا مشائخ کی قسم کو زیادہ وقعت دیتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی بجائے اپنے بابوں اور پیروں کی تعظیم ہے، ہم نے گزشتہ سطور میں اس روش کا شرکِ اکبر ہونا ثابت کیا ہے۔ (واللہ المستعان)

افسوس! آج کے کلمہ گو مسلمانوں کا معاشرہ، جاہلی معاشرہ سے زیادہ خوفناک اور بھیانک ہو چکا ہے، پھر یہ قوم کس منہ سے فلاح و رشد کی طلبگار بنتی ہے؟ کس منہ سے اپنے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی ڈھانچے کی اصلاح کیلئے دعائیں کرتی ہے؟ مملکت اور رعیت کے امور کی اصلاح کی خواہشمند بنتی ہے؟

زمین کے تمام امور کی اصلاح کا معاملہ تو آسمان والے کی توحید کی اقامت پر ہے، آسمان والے نے زمین والوں پر صرف ایک حق قائم فرمایا ہے، اور وہ اس کی عبادت کرنا اور اس عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ہے، مگر زمین والوں نے اس حق کو پامال کر دیا تو پھر آسمان والا، زمین والوں کے حقوق کیوں نہ پامال کرے؟

[وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿١١٢﴾] [1]

"اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔"

[1] النحل:۱۱۲

سورۂ قریش کا مضمون بھی اسی امر کا متقاضی ہے:[فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ][1]

''پس انہیں چاہیئے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر (اور خوف) میں امن (وامان) دیا۔''

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بڑی شدومد کے ساتھ، اہلِ جاہلیت کی مخالفت کا حکم دیا، کبھی (خالفوا اهل الكتاب) فرمایا، کبھی (خالفوا اليهود) فرمایا، کبھی (خالفوا المشركين) فرمایا، کبھی (من تشبه بقوم فهو منهم) فرمایا، کبھی (ليس منا من تشبه بغيرنا) فرمایا، بلکہ ایک موقع پر فرمایا: (أبغض الناس إلى الله ثلاثة) یعنی: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین لوگ، سب سے زیادہ مبغوض ہیں، ان میں سے ایک (مبتغ في الإسلام سنة جاهلية) یعنی: وہ شخص جو مسلمان ہونے کے باوجود کسی جاہلی طور طریقے کا خواہاں ہو۔[2]

مقصد یہی ہے کہ جاہلی مشرکین کی مخالفت پر ہی ہماری سعادت کا دارومدار ہے، نیز یہی نکتہ ہماری حیاتِ طیبہ کی ضمانت ہے، اسی اساس پر اخروی فلاح حاصل ہوگی۔

اب جب کہ حد یہ ہے کہ ہم جاہلی مشرکین سے بھی دو ہاتھ آگے نکل چکے تو کیسے اللہ تعالیٰ کی رضاء یا محبت کے حقدار قرار پا سکتے ہیں؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ جاہلیت سے ان کی مذکورہ روش کی بناء پر ناراض ہو چکا تھا، تو ہم سے کیسے خوش ہوگا اور خوش ہو کر ہمارے معاملات سنوارے گا؟

[1] قریش: ۳،۴

[2] صحیح بخاری: ۶۸۸۲

رسول اللہ ﷺ کے ایک خطبہ پر غور کیجئے، جس میں آپ ﷺ نے جاہلی معاشرہ کا نقشہ کھینچا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذکر فرمایا ہے، کچھ الفاظ ملاحظہ ہو:

وإني خلقت عبادي حنفاء كلهم وأنهم أتتهم الشياطين فاضلتهم عن دينهم وحرمت عليهم ما أحللت لهم وأمرتهم أن يشركوا بي ما لم أنزل به سلطانا ثم ان الله عزوجل نظر إلى أهل الأرض فمقتهم عربهم وعجمهم إلا بقايا من أهل الكتاب.

یعنی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے تو اپنے تمام بندوں کو حنیفیت (دین ابراھیمی) پر پیدا فرمایا تھا، مگر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں ان کے دین سے منحرف کردیا، اور میری حلال کردہ اشیاء کو ان پر حرام کردیا، اور انہیں یہ حکم دیا کہ میرے ساتھ شریک ٹھہرائیں جس کی کہ کوئی دلیل نہیں، (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا اور تمام عرب وعجم سے ناراض ہوگیا، ماسوائے چند اہل کتاب کے (جو سچی توحید پر قائم تھے)۔[1]

جن شرکیہ امور کی بناء پر اللہ رب العزت، اہل جاہلیت سے ناراض ہوگیا تھا، وہی امور پہلے سے بڑھ چڑھ کر آج بھی موجود ہیں، ہمارا معاشرہ، جاہلی معاشرہ سے بدرجہا بدتر ہو چکا ہے، تو ہم کیسے اللہ تعالیٰ کی محبت ورضاء کے متمنی ہو سکتے ہیں؟

آج اس بہکتی، سسکتی، تڑپتی انسانیت کی نجات کا دارومدار خالص توحید اور سچی غلامئ مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام میں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

[1] صحیح مسلم: ۷۲۰۷، مسند احمد ۴/۱۶۲

مسئلۂ توحید وشرک، انتہائی اہم، دقیق اور نازک مسئلہ ہے۔

اہم، اس طرح کہ کمالِ توحید، دخولِ جنت کی اساس ہے، جبکہ شرک کا ذرہ بھی دائمی جہنم کا باعث ہے۔ دقیق، اس طرح کہ "ماشاء الله وشاء فلان" جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے۔ شرک ہے اور "ماشاء الله ثم ماشاء فلان" جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے۔ توحید ہے، یعنی "و" اور "ثم" کے فرق سے توحید وشرک کا فرق ہو جاتا ہے۔ نازک، اس طرح کہ سید الاولین والآخرین محمد ﷺ تک کی محبت وعقیدت نیز ان کی تعریف وتوصیف میں بھی غلو سے اجتناب ضروری ہے، کہ ان کی شان میں ذرا سی کوتاہی اور بے ادبی کفر میں دھکیل سکتی ہے اور ان کی شان میں بھی ذرا سی حد سے بڑھی ہوئی لغزش شرک کا موجب بن سکتی ہے۔

فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی ﷾ کو اللہ تعالیٰ نے فہم عقیدہ ومنہج بالخصوص فہم توحید وشرک کی خصوصی عنایت سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فضیلۃ الشیخ کے خطبات، تقاریر اور دروس کا اخص موضوع یہی ہوتا ہے۔ چنانچہ احبابِ جماعت کا ایک عرصہ سے اصرار تھا کہ فضیلۃ الشیخ مسئلۂ توحید وشرک کے متعلق اپنے "علم" کو اپنے مخصوص اسلوبِ تفہیم وتبیین میں، جامعیت اور اختصار کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لائیں۔

انتہائی پاکیزہ جذبات کے ساتھ، انتہائی پاکیزہ ذات کے متعلق انتہائی پاکیزہ فکر پر مبنی یہ کتاب، شرک کی پلیدگی میں لت پت بہت سوں کی پاکیزگی کا باعث بنے گی۔ (ان شاء اللہ)

میں اس کتاب کو اردو خواں طبقے کیلئے ایک نادر تحفہ سمجھتا ہوں، اور اپنے پروردگار اور اس کے حقوق کی معرفت کیلئے اس کے مطالعے کو ضروری سمجھتا ہوں۔ (کتبہ محمد داؤد شاکر)